Scanned by CamScanner

سہ ماہی ادبی و تہذیبی مجلّہ

افکار

مدیر اعلیٰ

حافظ کرناٹکی

چیئرمین کرناٹک اردو اکادمی بنگلور

مدیر

ایس۔ مرزا عظمت اللہ

رجسٹرار کرناٹک اردو اکادمی بنگلور

کرناٹک اردو اکادمی بنگلور

rekhta

Scanned by CamScanner

AZKAR
QUARTERLY URDU LITERARY JOURNAL
ISSUE: 19
April, May, June. - 2012
Editor-in-Chief : **Amjad Hussain Hafiz Karnataki**
Editor : **S. Mirza Azmathulla**
Sub. Editor : **Afaque Alam Siddiqui**
Publisher : **Karnataka Urdu Academy**
Kannada Bhavan, J.C Road, Bangalore.
Price : **Rs.100/-**

اذکار

شمارہ (19) اپریل، مئی، جون 2012ء

ترتیب و تزئین:
آفاق عالم صدیقی

کمپوزنگ:
محمد اسعد معروفی

ناشر:
کرناٹک اردو اکادمی بنگلور

قیمت:-/100 روپے

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ
کرناٹک اردو اکادمی، کنڑا بھون، جے سی روڈ، بنگلور-560002
فون/فیکس: 080-22213167

اذکار کی مشمولات کی آراء سے کرناٹک اردو اکادمی کا اتفاق ضروری نہیں ہے

Scanned by CamScanner

فہرست

محمد حامد سراج

ناولاتی تخلیقیت کا قطبی ستارہ

جواہر لعل نہرو یونیورسٹی دہلی کے پروفیسر شارب ردولوی کا کہنا ہے..........''ناول کو زندگی کا رزمیہ کہا گیا ہے۔ یہ ایک دلچسپ صنف بھی ہے اور دشوار بھی......دلچسپ اس لیے کہ اس میں ہر عہد اپنی تمام رعنائیوں، پیچیدگیوں اور کلفتوں کے ساتھ رواں نظر آتا ہے۔ یہ ایک طرف اپنے زمانے کی تہذیبی وثقافتی سماجی اور تاریخی قدروں کا عکاس ہوتا ہے دوسری طرف یہ شعور احساس اور آگہی کی ترجمانی بھی کرتا ہے۔ ناول دشوار صنف اس لیے ہے کہ زندگی کی بہت تیزی سے تبدیل ہوتی ہوئی اقدار کا ساتھ دینا اور ان قدروں سے ناول کو ہم آہنگ رکھنا نہ آسان ہے اور نہ ہر ایک کے بس کا کام ____ ''

شارب ردولوی کے اس آئینے میں اگر اردو ناول نگاری کی تاریخ کا عمیق جائزہ لیا جائے تو کلاسیکی ناول انگلیوں پر شمار کیے جا سکتے ہیں اردو افسانے کی صدی مکمل ہونے پر یہ ایقان سے کہا جا سکتا ہے کہ افسانہ مغربی Fiction پر فائق ہے۔ لیکن ناول کے حوالے سے ہم ابھی اس اسٹیج پر کھڑے نہیں ہو سکے جہاں مغربی کلاسیکی ناول کھڑا ہے۔ موازنہ کرنے کے لیے نام گنوانا اس لیے ضروری نہیں سمجھتا کہ ادب کے قاری اور نقاد کی بصیرت سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔ قرۃ العین حیدر کا ''آگ کا دریا''، عبداللہ حسین کا ''اداس نسلیں''، بانو قدسیہ کا ''راجہ گدھ''، انتظار حسین کا ''بستی''، احمد داؤد کا ''رہائی'' جمیلہ ہاشمی کا ''تلاشِ بہاراں'' جوگندر پال کا ''بیانات''، حسین الحق کا ''فرات'' راجندر سنگھ بیدی کا ''اک چادر میلی سی''

Scanned by CamScanner

شوکت صدیقی کا ''خدا کی بستی''، عبدالصمد کا ''مہاتما''، غلام الثقلین نقوی کا ''میرا گاؤں''، کرشن چندر کا ''غدار اوران داتا''، مستنصر حسین تارڑ کا ''بہاؤ اور راکھ''۔ ممتاز مفتی کا ''علی پور کا ایلی''، خالدہ حسین کا ''کاغذی گھاٹ'' اور ڈاکٹر وحید احمد کا ''زینو۔۔۔'' ایسے ناول ہیں جنہوں نے اردو ناول نگاری کو نہ صرف ثمر بار کیا ہے بلکہ اردو زبان کو عالمی ک کلاسیکی ناول کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔

اکیسویں صدی کی پہلی دہائی کے چوتھے سال میں میرے سامنے ایک ناول ہے۔ جو سرزمینِ ہند سے مشرف عالم ذوقی نے مجھے بھجوایا ہے۔ ناول کے عنوان نے مجھے چونکایا۔۔''پوکے مان کی دنیا'___ یہ ناول نگار کس دنیا کی بات کرنا چاہتا ہے۔۔؟ کیا وہ اسی زمین کا دکھ اور عذاب Paint کرنا چاہتا ہے یا اس نے تخیلاتی تحریر سے قاری کو اسیر کرنے کی کوشش کی ہے___؟ کیا یہ ایک ناول ہے صرف ناول یا ناول نگار نے اردو ناول کی تاریخ کو نئے اینگل سے فتح کیا ہے۔؟ یہی وہ نقطہ تھا کہ میں نے ناول کا دروازہ کھولا اور اندر قدم رکھا۔۔۔اور پھر واپسی کا رستہ بھول گیا۔ میں کسی اور جہان میں جانکلا' تحیر اور خوف کے ساتھ ساتھ اس زمین پر ہونے والی نسلیاتی تبدیلیوں نے مجھے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ یہ ناول ایسے وقت میں منظر عام پر آیا ہے جب دنیا کی کیمسٹری بدل رہی ہے۔ تاریخ بذاتِ خود اپنے بارے میں مستقبل کے فیصلے سے خائف ہے۔ کرۂ ارض کے کمزور ممالک پر ترقی یافتہ ممالک کی بارودی یلغار نے انسان کو بے یقینی کی ایسی سرحد پر لا کھڑا کیا ہے جہاں سے کوئی راستہ سلامتی اور امن کو نہیں جاتا۔

اس حیرت انگیز ناول میں ناول نگار کی فکری سطح کی ذہین لہریں آپ کو ایک نئے جہانِ معنیٰ میں لے جائیں گی___ ناول نگار کا کہنا ہے'' مجھے ہنسی آتی ہے۔ مارس پر پانی ہے تو سائنس دان وہاں پائے جانے والی زندگی کے بارے میں مطمئن ہو جاتے ہیں اور یہاں

زمین پر ـــــ یہ اجلا شفاف پانی ـــــ جو ہر دن گزرنے کے ساتھ سرخ پانی میں تبدیل ہوتا جارہا ہے ـــــ''

تین سو چھتیس صفحات کے اس ناول کے مطالعے سے یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ یہ اپنی نوعیت کا ایک بڑا اور منفرد ناول ہے۔ یہ جدید منظر نامے اور کرۂ ارض پر تیزی سے زوال پذیر ہوتی ہوئی تاریخی اور تہذیبی روایات کا نوحہ ہے۔ ناول کا بنیادی Theme اس زمین پر بسنے والی نئی نسل کے بگاڑ اور ذہنی انحطاط کا Operation ہے۔ قلم کار کی مہارت بھی سرجن کی طرح نہ ہو تو تخلیق وقت کے Operation Table پر دم توڑ دیتی ہے۔ اس فن پارے میں ذوقی کے ہاتھ میں جو نشتر ہے اس سے اس نے ایسی مہارت کے ساتھ حالات' واقعات اور مسائل کا Operation کیا ہے کہ آنے والے وقت میں اردو ادب کی تاریخ اس سرجن کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔

سوال یہ ہے کہ مغربی تہذیب نے ہمیں کیا دیا ہے ـــــ؟ ہم سے ہماری روایات اور تہذیب تک چھین لی ـــــ انٹرنیٹ' کیبل اور ڈش پر پروان چڑھنے والی نسل کے اذہان میں جو جنسی اور جنگی پیوند کاری کی گئی ہے۔ وہ اس ناول کا بنیادی نقطہ ہے اور ناول نگار کے اس نقطے پر ارتکاز نے ان میں ناول کو کلاسیکی ادب کا شہکار بنا دیا ہے۔ اس کہانی میں ایک بارہ سال کا بچہ Rape Case میں ملوث پایا جاتا ہے۔ اسی سوال کو اہمیت دیتے ہوئے سوالات نے جنم لیا ـــــ!

''بچوں کے ساتھ ریپ کے قصے امریکہ سے ہندستان تک عام ہیں
ہزاروں قصے ـــــ مگر جب ریپ کرنے والا ایک بچہ ہو
میڈیکل سائنس کیا کہتی ہے ـــــ؟
کیا بارہ سال کا ایک بچہ ـــــ؟

Scanned by CamScanner

کیا بچے کو مجرم ٹھہرایا جائے گا'____یا____معاشرے کو____؟ معاشرہ جس نے ایک معصوم ذہن کو کچی عمر میں ایک پختہ مرد کی جنسی سوچ Inject کی۔۔۔وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے کرۂ ارض کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔شرم وحیا جو مشرقی زیور تھا' قصۂ پارینہ ہوا۔۔۔یہ گلیمر کی دنیا ہے۔۔۔چند روزہ زندگی میں لذت کشید کرو۔۔۔عیش کرو____کیا اسی کا نام زندگی ہے____؟ کیا واقعی معاشرہ مجرم ہے____؟ ناول نگار کا یہ کہنا بجا ہے

''کرائم کے لیے بچے کا کوئی اٹینشن نہیں تھا۔اس لیے اگر جیل بھیجنا ہے تو معاشرے کو بھیجئے____سزا دینی ہے تو ہمارے گلے سڑے کلچر کو دیجیے۔جرم کا طوق گلے میں ڈالنا ہے تو ٹی وی پر ڈالیے____تیزی سے اپرادھی بنانے والے Perversion کو موردِ الزام ٹھہرایے____صرف____

It has been excuted کہنے سے معاملہ نہیں نمٹتا____!

امریکی یلغار نے پوری دنیا کی تہذیبوں کو زہر آلود کیا ہے____آلِ کولمبس نے جہاں پانی کا رنگ سرخ کر دیا ہے وہاں اس نے اپنی ریشہ دوانیوں سے اقوامِ عالم کے احساسات کو بھی کچلنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی____وہ ہر حربہ استعمال کرنا فرضِ عین سمجھتے ہیں____ناول نگار کا کہنا ہے کہ ہندستان کی تہذیب بھی اسی لپیٹ میں آکر اپنا تشخص کھو بیٹھی ہے____''تنن'' چند بنیادی کرداروں میں سے ایک ہے۔وہ اپنے باپ سے کہتا ہے'' آپ نہیں سمجھو گے ڈیڈ! اب آپ کو کیسے سمجھاؤں____؟ کسی دن آؤ تو سر سے ملاؤں____انڈیا میں ہم نے امریکہ بنا رکھا ہے بلیو برڈ امریکہ ہے____اندر جاتے ہی انڈیا سے ہمارا رابطہ ختم ہو جاتا ہے۔اور ہم امریکہ میں ہوتے ہیں۔ہم انٹرنیٹ پر امریکہ کو مطمئن کرتے ہیں کہ ہم انڈیا کے کسی حصے میں نہیں____ان کے دلوں میں____ان کے موسم کا حال جانتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

ان کی قسمت پر فخر کرتے ہوئے____

دراصل تم انہیں فول بناتے ہو' ہاں____ جیسے بش ساری دنیا کو فول بنا رہا ہے''

پتہ نہیں____

تو یہی تمہارا بلیو برڈ ہے____!

ناول نگار نے اپنے قلم سے اتنا عمیق جائزہ لیا ہے کہ جزیات تک کو نظر انداز نہیں کیا____ پوری دنیا میں بچے کارٹون بڑے شوق اور انہماک سے دیکھتے ہیں۔ ڈش اور کیبل نیٹ ورک پر کارٹونز کا الگ چینل ہے جو چوبیس گھنٹے صرف کارٹون نشر کرتا ہے۔ بہت سے والدین کی سوچ کا ایک زاویہ یہ بھی ہے بچوں کو آوارہ گردی سے بچانے کے لیے گھر میں کارٹون دیکھنے کی اجازت دے دینی چاہیے۔ تاکہ وہ لطف اندوز بھی ہوں اور آوارہ گردی کا بھی سدِ باب ہو سکے____ اب ایک سوال سامنے ہتھیلی پھیلائے کھڑا اس دانش کی خیرات مانگ رہا ہے کہ کیا کارٹون بچوں کے اذہان میں تعمیری پیوند کاری کرتے ہیں یا____ تخریبی____؟

ذوقی کی دانش رقم طراز ہے____

'' آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ کارٹونوں نے بچوں کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا ہے۔ بچے اب پکا سو اور یو کے مان جیسے کرداروں کے ساتھ جیتے ہیں اگر آپ ان کے نام سے انجان ہیں' تو بچے آپ کے ماڈرن ہونے پر شک کر سکتے ہیں لیکن حقیقت اس سے مختلف ہے۔ آپ اپنے بچوں کو صحت مند' وطن دوست اور مہذب بنانا چاہتے ہیں تو آپ کو انہیں کارٹونوں سے دور کرنا ہوگا ریتا بھاوے نے ٹوکا____

کیا آسان ہے____؟ کیا آپ کر سکتے ہیں____؟ بچے بغاوت پر آمادہ ہو جائیں گے لیکن روکنا تو ہوگا____ پر ما کی دلیل تھی کارٹون میں کھوئے رہنے والے بچے اندر سے

کھوکھلے ہو جائیں گے ــــ بیمار بچے ــــ کارٹون بچوں کی ذہنیت کو جرم کی طرف دھکیل رہا ہے ــــ وہ بھی انجانے میں ــــ!

ناول نگار کی اپنی دھرتی کا ساتھ محبت' یگانگت اور حب الوطنی کی سینکڑوں مثالیں موتیوں کی طرح ناول کے صفحات میں جگمگا رہی ہیں۔ وہ ایک مثالی' انسان دوست' جاں پرسوز اور وفا کے پیکر کی صورت میں اپنی تحریر میں نمایاں ہے ــــ ناول نگار ایک کھرا قلم کار ہے جو اپنی دھرتی کے زوال کے آثار وقت کی فصیل پر دیکھ کر آنے والے عہد میں اس طوفانِ بلاخیز کو روکنا چاہتا ہے ــــ یاجوج ماجوج کی فوج جو اس کی دھرتی کو چاٹتی چلی جا رہی ہے ــــ وہ اپنا کرب وقت کی ہتھیلی پر رکھے کہہ رہا ہے ــــ

''سروے کیجئے۔ اپنے گھر کے آس پاس کا ــــ جائزہ لیجئے۔ کارٹون کا جادو بچوں کے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ کمپیوٹر اور ویڈیو گیم بھی بچے اپنے پسندیدہ ہیروز کو دیکھنا چاہتے ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے ــــ بچے ہنسک بنتے جا رہے ہیں ان میں ظلم کرنے کی حسرت جاگ رہی ہے۔ وہ حکومت کرنا چاہتے ہیں ــــ اس لیے وہ پاور کی زبان جان چکے ہیں بڑھتے ہوئے کارٹونوں کا یہ Negetive Impact ہے ــــ اور مسز ریتا بھاوے ــــ میری جنگ اسی بات پر ہے۔ دراصل باہر کے جو کارٹون ہمارے ملک میں آ رہے ہیں وہ ہر طرح سے ہمارے کلچر سے مختلف ہیں۔ ماحول' زبان اور تہذیب کا ایک بڑا فرق یہ بچے Dijest نہیں کر پائیں گے۔

Nudes اور Blue Print کا جنسی طوفان انٹرنیٹ اور CDs پر نسلِ انسانی کو تباہی کے آخری گڑھے پر لے آیا ہے ــــ انسانی نفسیات اور شخصیت کو یہ کس طرح تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اس کے مضرات سے کس کو انکار ہے ــــ؟ کبوتر کے آنکھیں بند کر لینے سے بلی معدوم نہیں ہو جاتی۔ Net Cafe کی اوٹ میں رکھے کمپیوٹر کی اسکرین پر نسلِ نو کیا

Scanned by CamScanner

دیکھتی ہے____؟ گینگ ریپ اور انفرادی جنسی تعلقات نے ہمیں کہاں لا کھڑا کیا ہے____؟ برہنہ فلموں پر جنوری 1997ء میں رفیق احمد نقش کے ادبی جریدے ''تحریر۳'' میں حسن منظر کا مقالہ خاص____ ''موجودہ معاشرہ اور برہنہ فلمیں'' ایک ایسا وقیع مضمون ہے جس میں اس موضوع کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

اس طویل تجزیاتی مقالے میں وہ رقم طراز ہیں____

''ان Movies کی طلب اتنی بڑھ چکی ہے کہ جنس نا آسودہ عورتیں اور جوانی کی دہلیز پر کھڑی لڑکیاں انہیں گھر اور محلے کے بچوں سے اسی طرح (لیکن روزانہ کہیں زیادہ تعداد میں) محلے کی ویڈیو کیسٹ کی دکان سے منگواتی ہیں جس طرح ایک زمانے میں پرائیویٹ لائبریریوں سے ''وَہی وَہانوی'' قسم کی کتابیں منگوا کر پڑھتی تھیں۔ لیکن ان کی تعداد بہت کم ہوتی تھی۔ ننگی فلموں سے ایک قدم پیچھے ہٹ کر دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے یہی حشر فیچر فلمیں بھی بپا کر چکی ہیں۔ اور کر رہی ہیں۔ اردو انگریزی، ہندی، اور ہماری صوبائی سب ہی زبانوں کی____ اور یہ سین تو عام ہے۔ جس گھر میں بچے ویڈیو دیکھ رہے ہوں وہاں اگر ان کے بڑے آجائیں اور کوئی نیم برہنہ یا برہنہ سین شروع ہو جائے (یوروپین اور امریکی فلموں میں مع اپنی تمام تفاصیل کے) یا پردے پر ہو تو بچے فلم کو Fast Forward یا freeze کر دیتے ہیں یا بڑے جھینپ کر خود ہی وہاں سے اٹھ جاتے ہیں____''

کم عمری کی جنسی جبلت کیا گل کھلاتی ہے____؟ انٹرنیٹ اور کیبل اور CDs پر بلیو پرنٹ دیکھنے سے بچوں کی سائیکی کیا رخ اختیار کرتی ہے____ انٹرنیٹ پر ایسی سائٹس بچوں کو Sexual Crimes کی طرف کس طرح اکساتی ہیں____ ناول نگار کی باریک

مبنی ملاحظہ ہو" آن لائن پورنوگرافی___ دنیا بھر میں 60 ہزار سے بھی زائد سائیٹس ایسی ہیں جو بچوں تک کو On Line پورنوگرافی سے تباہ کر رہے ہیں۔ان کا سب سے برا اثر معصوم بچوں پر پڑتا ہے۔جوانجانے میں ایسی سائیٹس کو Click کر دیتے ہیں اور تجسس ایسی سائیٹس کے لیے بڑھتا ہی جاتا ہے۔ظاہر ہے ایسے سائیٹس بچوں کو Sexual Crimes کی طرف اکساتے ہیں___"

ناول میں موجود کہانی جوں جوں آگے بڑھتی ہے ___ پردے اٹھتے چلے جاتے ہیں___ یہی سائبر کرائم ایک بارہ سالہ بچے کو بلاتکار میں مبتلا کر دیتا ہے۔بچہ جیسے کارٹونوں کو ایک کھیل سمجھتا ہے اس کی معصوم فہم کے لیے ویڈیو گیمز کھیل کے زمرے میں آتے ہیں___ ایسے ہی وہ Pornography کو بھی کھیل سمجھتا ہے___ کھیلتے کھیلتے وہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے___ بات بلاتکار سے بھی آگے جانکلتی ہے___ جنسی فلمیں دیکھنے سے بچوں کے اندر جو جسمانی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں___ ناول میں ان کی بھی پوری اور مکمل تفصیل ملتی ہے___ یہ ناول نگار کے مشاہدے پر دال ہے___!

> " مہانگر میں ہر چھٹا بچہ بچی موٹاپے کا شکار ہے پانچ میں سے دو بچے کولیسٹرول اور Diabetes کے بھی شکار ہیں پانچ میں سے ایک بچہ Sexual Tension کے درمیان زندگی گزار رہا ہے۔منتری جی فکر اور فیکٹ دیکھتے ہی چلا پڑے___ دیکھئے کیا کہتے تھے ہم___ یہ وہی بچے ہیں کیا___؟ ہماری عمر والے___ نہیں ہیں نا___ ہم بچے تھے تو کاہم کو شوگر ہوتا تھا___ کولیسٹرول ہوتا تھا___ کاہم کو Tension پریشان کرتا تھا___ ارے یہ سب___ کا ہوتا ہے___؟ ہم جانتے بھی نہیں تھے___"

ناول نگار کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ Sexual Relations کی عمر اب 20-18 سال

Scanned by CamScanner

سے کم ہو کر 14-12 سال تک پہنچ چکی ہے۔ وہ دلیل لاتے ہوئے کہتے ہیں

''سماج کو اپنی ذہنیت بدلنی ہوگی۔ بھول جانا ہوگا کہ بلاتکاری کی عمر کتنی ہے ___؟ کیوں کہ جو میڈیا ز ہمارے پاس ہیں اس نے بلاتکاری سے اس کی بڑی عمر چھین لی ہے۔ اس معاملے میں سارے Evedence کسی خوبصورت صبح کی طرح صاف ہیں کوئی الجھن نہیں ___ اگر کوئی عمر ہے تو بلاتکاری کی عمر ہے ___''

اس ناول کا عنوان بے معنی اور تخیلاتی ہرگز نہیں ___ یہ ایک ایسی سفاک' خوفناک اور کٹیلی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں ___ پوکے مان کیا ہے؟۔ کیا صرف ایک کھیل ہے ___؟ نہیں بلکہ یہ تباہی کی طرف جاتا ایک ایسا راستہ ہے جو بالآخر معاشروں اور تہذیبوں کی موت پر منتج ہوتا ہے'' یہ جاننا ضروری ہے کہ پوکے مان ہے کیا ___؟ پوکے مان دراصل ان بچوں کی کہانی ہے جنہوں نے خرگوش' گلہری' یہاں تک کہ قینچی سے تعمیر کیے گئے ان کرداروں کو اپنا دوست بنایا ہوا ہے۔ یہ سارے کردار پوکے مان کہلاتے ہیں اور ان کے انسانی دوستوں کو پاکے مان ٹرینز کہا جاتا ہے۔ بچے اپنے اس یقین پر خوش ہیں کہ پوکے مان کا وجود ہے۔ وہ ہر جگہ ہے دوست اور دشمن کی شکل میں۔۔ وہ لڑ سکتا ہے ___ Fight کر سکتا ہے۔ دھماکہ کر سکتا ہے وہ برفیلے ملکوں میں رہتا ہے۔ بچے پوکے مان بننا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے پاس Defence ہے ___ Confidence ہے ___ اب پوکے مان کے کرداروں کو دیکھئے ایک پوکے مان پکاسو ہے ___ دکھائی خرگوش کی طرح دیتا ہے۔ لیکن اس میں بجلی کا جھٹکا دینے کی طاقت ہے۔

جنگلی پف ___ جس کا گانا سن کر سب لوگ سو جاتے ہیں پھر یہ مخلوق لوگوں کے چہرے پر اسکیچ پین سے تصویریں بناتا ہے

سائیڈک ___ دماغی پوکے مان ___ جس کا سب کچھ دماغ ہے۔ دماغ پر زور

Scanned by CamScanner

پڑتے ہی وہ طاقتور بن جاتا ہے۔

کنگ سکھان ___ بھاری بھرکم پو کے مان ___ اچھل کود کر اچھے اچھوں کی چھٹی کر دیتا ہے

اسکیٹی ___ اڑنے والی پو کے مان ___ جس کی پونچھ پر غبارہ بندھا ہے ___ کود کر حملہ کرتی ہے

گیسلی ___ بال نما یہ مخلوق گیس کا حملہ کرتا ہے زہر کا حملہ اس کی سب سے بڑی کمزوری ہے

ایسے کتنے ہی پو کے مان ہیں ___ بچے مارکیٹ میں پو کے مان کے نئے نئے کھلونے ڈھونڈنے جاتے ہیں ___ ایک بہت بڑا بازار اور ہمارے بچے ___ باہر کی کمپنیوں کے لیے ہمارے بچے آج سب سے بڑا ٹارگٹ ہیں ___ جس کی آڑ لے کر تمام بڑی کمپنیاں اپنے اپنے Product ہماری مارکیٹ میں اتارنا چاہتی ہے ___ مگر کس قیمت پر ___؟

میں گہری سوچ میں تھا۔ اف ___ مائی گاڈ زندگی ___ پنچ تتو' کے میل سے بنی ہے ___ اور جاپانی کمپنی والوں نے آگ ہوا، اور پانی کو بھی نہیں چھوڑا ___ چھوٹے چھوٹے کیکڑوں اور مچھروں کو بھی نہیں بخشا ___ یہ ہے دماغ ___ اس صدی کا بڑا دماغ دھول سے آسمان تک ___ سب پو کے مان تخلیق کر دیے ___ اور ان بچوں کے ذہن میں اپنا اپنا ایک الگ پو کے مان قائم کر دیا۔''

ناول میں کہانی کہنے کا انداز اتنا دل پذیر ہے کہ قاری مسحور ہو کر خود ناول کا ایک کردار ہو جاتا ہے ___ وہ اپنی دنیا سے کٹ کر مکمل طور پر اس ناول میں گم ہو جاتا ہے۔ وہ اس دنیا کو خوف اور تحیر سے دیکھتا ہے ___ کیا یہ ہماری دنیا کی کہانی ہے ___؟ کیا یہ کسی اور سیارے کی مخلوق کی کہانی ہے ___؟ سوالات اس کے ذہن میں رینگتے ہیں ___ یہ ایک ایسا ناول

ہے جس کا دیانت دارانہ تجزیہ لکھنے کو ایک مکمل کتاب درکار ہے ــــــ فن پارے میں دانش کا موجود ہونا بنیادی نقطہ ہے ــــــ اس ناول میں فکری گہرائی اپنے عروج پر ہے ــــــ مشہور ادیب اور نقاد ناصر عباس نیر کا کہنا ہے ''ادب اگر آپ کی بصیرت میں اضافہ نہیں کرتا ۔ آپ کے باطن کو وہ روشنی نہیں دیتا جو کبھی اساطیر میں' پھر مذہب وتصوف یا فلسفے نے تقسیم کی ہے ۔ تو ادب کی تخلیق محض مشقت ہے ۔ ہمارا سامنا ایک بنیادی قوت اور سچائی سے ہے اس کا رنگ روپ تخلیق میں آنا چاہیے ــــــ''

ذوقی کا یہ ناول یقینی طور پر قاری کی بصیرت میں اضافہ کرتا ہے ــــــ یہ ادب عالیہ کا ایک ایسا شہکار ہے جو اردو ادب میں اپنے قد سے آپ پہچانا جائے گا ــــــ اس ناول کو مشاہیر ادباء اور نقادوں نے بھی ایک بلند قامت ناول تسلیم کیا ہے ــــــ معروف ادیب' محقق اور نقاد نظام صدیقی کا کہنا ہے ــــــ

''یہ محض ذو معنی موضوعاتی اور ساخیاتی امکانات کا حامل نہیں ہے بلکہ یہ انگنت تعبیراتی ممکنات ((Mutivalent interpretative possibilities کا امین ہے ۔ اس ناول سے پرانے فکشن کی مصنوعی طور پر بنی اور کاڑھی ہوئی داخلی اور خارجی فضا کی رَد تشکیل ہوتی ہے ۔ یہ اکیسویں صدی کے تناظر میں اردو فکشن میں، نئے موسموں کی آمد کا خوشگوار علامیہ ہے ۔ اس غیر معمولی ناول کی داخلی ماحولیاتی اشرا کیت افروزی اور بیک وقت ''عالم کاری'' کی ثقافتی ماحولیاتی زلزلہ پیائی سے اردو فکشن کا پرانا عہد نامہ ختم ہوتا ہے اور نئے ناولاتی عہد نامہ کا حسین اور معنی خیز آغاز ہوتا ہے ۔ یہ Creative Novel of Trace ہے جو نئی انسانی اقداری اور حسنیاتی معنویت واہمیت کا اولین ناولاتی مکاشفہ ہے ۔ یہ اکیسویں صدی میں ''نئے عہد کی ناولاتی اور افسانویاتی تخلیقیت'' کا قطبی ستارہ ہے

☆☆☆

نظام صدیقی

پوکے مان کی دنیا

(ایک خط مشرف عالم ذوقی کے نام)

بہت پیارے مشرف عالم ذوقی صاحب! محبتیں اور رحمتیں

آپ کا کثیر نشانیاتی اور معنویاتی (Multi - codeic) ناول ''پوکے مان کی دنیا'' قدرِ اوّل کی تخلیق ہے۔ یہ محض ذو معنی موضوعاتی اور ساختیاتی امکانات کا حامل نہیں ہے بلکہ یہ انگنت تعبیراتی ممکنات ((Mutivalent interpretative possibilities کا امین ہے۔ اس ناول سے پرانے فکشن کی مصنوعی طور پر بنی اور کاڑھی ہوئی داخلی اور خارجی فضا کی رَد تشکیل ہوتی ہے۔ یہ اکیسویں صدی کے تناظر میں اردو فکشن میں، نئے موسموں کی آمد کا خوشگوار علامیہ ہے۔ اس غیر معمولی ناول کی داخلی ماحولیاتی اشراکیت افروزی اور بیک وقت ''عالم کاری'' کی ثقافتی ماحولیاتی زلزلہ پیمائی سے اردو فکشن کا پرانا عہد نامہ ختم ہوتا ہے اور نئے ناولاتی عہد نامہ کا حسین اور معنی خیز آغاز ہوتا ہے۔ یہ Creative Novel of Trace ہے جو نئی انسانی اقداری اور حسیاتی معنویت و اہمیت کا اولین ناولاتی مکاشفہ ہے۔ آپ صحیح معنوں میں اکیسویں صدی میں ''نئے عہد کی ناولاتی اور افسانویاتی تخلیقیت'' کا قطبی ستارہ ہیں۔

نئے اُلفی کے مقامی، قومی اور بین الاقوامی تناظر میں محشر انگیز جووی نائل مسئلہ کی سفا کی

Scanned by CamScanner

اور سنگلاخی کے ساتھ مہر نیم روزی جنریشن گیپ کے منظر نامہ میں سنیل کمار رائے کی تخلیق، تشکیل اور تعمیر لازوال ہے۔ اُن کے اندر زندگی کی مثبت اور منفی پہلو کی مکمل قبولیت کے ساتھ حیوانیت کے خلاف ٹھیٹ گھری انسانیت کے تحفظ و بقا کے لئے سب کچھ نثار کردینے کا بے ساختہ کیمیا تاثیر ارادہ، عمل اور زندگی بار وظیفہ انقلاب پرور ہے جو یکسر متبادل نئے طورِ حیات کا داعی ہے۔ اس ''خفیف نشانیاتی ناول'' کے بطون سے پیدا اس سنجیدہ المیاتی کردار کے مثبت رویہ اور عملی طریق کار کی مقامی، قومی اور بین الاقوامی معنویت و اہمیت مُسَلَّم ہے۔ بہت عرصہ کے بعد اردو ناولاتی ادب میں ایک ایسے سورج کردار کا گرانقدر اضافہ ہوا ہے جو بیسویں صدی میں غروب ہوتے ہوئے اکیسویں صدی میں یکسر نئے تخلیقیت کُشا، انسانیت نواز اور زندگی افروز بوطیقا، ریطوریقا اور شعریات کے ساتھ طلوع ہوا ہے۔ یہ الحیاتی حُسن و عظمت کا امین زندگی پرور کردار اپنے تمام درد و داغ، سوز و ساز اور آرزو و جستجو کے ساتھ بے چہرگی اور بے کرداری کے منی سرکس میں باچہرہ، باکردار، بادماغ اور باروح ہے۔ ایسا بڑا المیہ کردار صدیوں میزانِ نشاط و غم میں تُل کر پیدا ہوتا ہے جو حیوانیت کا ارتفاع کر ٹھیٹ انسانیت کی فطری ''موزوُنِ نیت'' کا ترجمان اور الحیاتی عظمت کا امین ہو۔

ایک بڑے سچے اور اچھے ''خفیف نشانیاتی'' ناول کی تخلیق کے لئے آپ دل کی گہرائیوں سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ آئندہ سال یہ ناول ساہتیہ اکیڈمی اور گیان پیٹھ ایوارڈ کا مستحق ہوگا۔ ام جنسیت، نابالغ حیوانیت اور پھوہڑ درندگی کا سچا احساس و ادراک ناگزیر ہے۔ آدمی ہی آدمی کا مقصد ہے۔ آدمیت قائم رکھنے کے لئے ناول ہی سب سے بڑا سہارا ہے۔ آپ کی نگاہ انسانیت کی نگاہ ہے۔ آفریں! صد آفریں!

☆☆☆

Scanned by CamScanner

لے سانس بھی آہستہ — تاثرات

آپ کا ناول پڑھ چکی ہوں۔ ناول کے موضوعات عجیب ہیں لیکن غریب ہرگز نہیں۔ یہ سب ہماری اسی دنیا میں ہو رہا ہے۔ کہیں احساس جرم کے ساتھ کہیں اس کے بغیر — مجھے رشک آتا ہے ان لوگوں پر جو کہ اتنی آسانی سے اس قدر اچھی نثر لکھنے پر قادر ہوتے ہیں۔

— ثمینہ راجہ (پاکستان)

ناول پڑھ رہا ہوں اور منہدم ہوتی تہذیب کی صورت دیکھ رہا ہوں۔ میں بہت جلد آپ کے ناول کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا۔

— محمد حمید شاہد (پاکستان)

آپ کی زبان میں غیر معمولی تبدیلی آئی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ بہت دنوں بعد اردو میں ایک چونکانے والا ناول آیا ہے۔

— آفتاب احمد آفاقی (بنارس یونیورسٹی)

ناول میں بعض سماجی مسائل کے علاوہ ان پیچیدہ مباحث سے بھی تعرض کیا گیا ہے جو ایک عرصہ دراز سے اہل علم ونظر کا موضوع بحث رہے ہیں۔ یعنی اخلاقیات کا مسئلہ، وقت اور قدرت کا جبر وغیرہ۔ لیکن اصحاب علم کی پیہم دماغ سوزیوں اور فکری ہنگامہ آرائیوں کے باوجود یہ مسائل ہنوز اپنے صحیح جواب کے منتظر ہیں۔

— پروفیسر الطاف احمد اعظمی (نئی دہلی)

Scanned by CamScanner

قرۃ العین حیدر کے ناولوں پر گفتگو ہو چکی۔ یہ دور ''لے سانس بھی آہستہ'' پر مکالموں کا ہے۔

——م۔ ناگ (ممبئی)

'لے سانس بھی آہستہ' ایک ایسا ناول ہے جس کے بیانیہ کی شادابی، تکنیک کی ہنر مندی، کردار نگاری، اور موضوع پر ابھی کئی مضامین لکھے جائیں گے۔ یہ مختصر عبارت تو بس ابتدا ہے۔ ذوقی نے فینٹاسی، تجسس، مافوق الفطرت عناصر کی طلسمی دنیا کے خوب صورت استعمال سے ناول کے کینواس کو تازگی عطا کی ہے۔ ناول قاری کو اپنی گرفت میں کر لیتا ہے اور یہ کسی بھی ناول کا بنیادی وصف ہونا چاہیے۔ ناول نقادوں کے لیے نہیں بلکہ قارئین کے لیے تحریر کیا جاتا ہے۔ افسوس اردو میں نقادوں کی ایک ایسی بد بخت نسل پیدا ہوئی جس نے پژمردہ تحریروں کو ہی خالص ادب کہلوانے کی حماقت کی۔ ایسے نقادوں نے بے معنی اور زندگی سے محروم نثر پاروں کو ناول کہا اور اس کے پرچار میں تن اور من سے جٹے رہے تاکہ تھوڑا دھن بھی مل جائے۔ یہ ادب کی بنیادی خوبی پر حملہ تھا اور ایسے حملوں سے ہمارے یہاں کچھ ناول حاملہ ہوئے جن کی پیدائش کو میں موت کی کتاب سمجھتا ہوں۔ ایسے مردہ نثر پاروں کے مدِ مقابل ''لے سانس بھی آہستہ'' جیسے ناول اردو میں منظر عام پر آ رہے ہیں اور یہی جواب ہے ان بگڑے ہوئے نقادوں کی خوشامد میں لکھنے والے قلم کاروں کے لیے۔ ذوقی کے ناول میں ان کے لیے ایک پیغام بھی ہے کہ موت کے شب خون سے نکل کر ادب کی رعنائی اور شادابی کی طرف مراجعت ہی ان کے حق میں بہتر ہے۔

——رحمٰن عباس (ممبئی)

ناول کے موضوع کی سنگینی، ذوقی کی جادو بیانی، ناول لکھنے کے انوکھے اور نرالے انداز نے مجھے ''لے سانس بھی آہستہ'' پڑھنے پر مجبور کیا۔ ناول کی فضا تہذیب اور اخلاقی اقدار کے ان آبگینوں کو اپنی گرفت میں لینے میں پوری طرح کامیاب ہے جسے معمولی ناول نگار چھونے

Scanned by CamScanner

کی بھی جرأت نہیں کرسکتا۔ ناول کہنے کا جو ہنر ذوقی کے یہاں ہے وہ فی الوقت اردو دنیا میں دور دور تک نظر نہیں آتا۔ حال ہی میں میں نے ''سیاہ آئینے'' اور ''موت کی کتاب'' کے بھی کچھ حصے پڑھے ہیں۔ مگر جو بات اور تجربے سے ماورا ایک ارفع ترین تجربے کی کلید کا احساس ''لے سانس بھی آہستہ'' میں دیکھنے کو ملتا ہے، وہ کہیں نظر نہیں آتا۔

——— آفاق عالم صدیقی (شموگہ)

مشرف عالم ذوقی جس نے اپنے تازہ ناول ''لے سانس بھی آہستہ'' اور تازہ افسانوں کے مجموعے ''ایک انجانے خوف کی ریہرسل'' میں مغلیہ دور کے تاریخ دانوں کو انگریزوں، مرہٹوں، راج رجواڑوں، نوابوں، جاگیرداروں اور پھر آزادی اور تقسیم ہند کے داستانوں کی شکل میں لفظوں اور تصور کی مدد سے ایک ٹھوس اور قابل اعتبار شکل دے دی ہے اور پھر سائنس اور تکنالوجی، میڈیکل سائنس، انٹرنیٹ، بلو فلموں اور INCEST کی بھیانک گھاٹیوں میں ڈھکیلنے والے ذہنوں، فوائد کی آڑ میں اخلاقی طور پر ننگا کر دینے والی سازشوں اور نسلی و ملکی نفرتوں کو درشایا ہے۔ ذوقی نے اپنی ساری قوتیں، سارے وسائل استعمال کرتے ہوئے ایک صاف ستھرے ذہن اور آزادی طرز فکر کی نہ صرف گنجائش پیدا کی ہیں بلکہ ان کے لیے دشوار گذار راہیں بھی ہموار کی ہیں۔

——— ناظم خلیلی (رائے چور، کرناٹک)

عرصہ بعد اردو فکشن میں نور محمد کی شکل میں ایک اہم کردار کا اضافہ ہوا ہے اور یقیناً یہی کردار ذوقی کے بعد بھی ذوقی کو زندہ و پائندہ رکھے گا۔ قارئین نور محمد کی سفاک زندگی سے متاثر ضرور ہوں گے۔ اس دور میں ایک کردار کو زندگی بخشنا میں سمجھتا ہوں کہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے لیکن ذوقی وہ فرہاد ثابت ہوئے ہیں جس نے یہ کارنامہ کر دکھایا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ میرے اس دعوے سے بے شمار لوگوں کو اختلاف ہو وہ اپنی رائے رکھنے پر آزاد

Scanned by CamScanner

ہوں گے مگر آئندہ نقاد اپنے متوازن اور غیر متعصبانہ فیصلوں میں یہ فیصلہ ضرور کریں گے کہ اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں کوئی ایک زندہ کردار اردو ناول میں نہیں بنا گیا بلکہ پہلی دہائی کے اختتام پر ذوقی نے نور محمد کی شکل میں اردو کو ایک اہم اور دائمی کردار دیا تھا۔ جوان کے ناول ''لے سانس بھی آہستہ'' میں ہے۔

——نورین علی حق (دہلی)

''لے سانس بھی آہستہ'' نے اردو ناول کو علمی اور فنی نقطہ نظر سے اسی مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں پہلے سے تالستائے، دوستوفسکی اور وکٹر ھیوگو جیسے عظیم لکھنے والوں کے بت تعمیر ہیں۔ یہ عہد گابرئیل گارسیا مارکیز اور ملان کندیرا کا عہد نہیں ہے۔ اس عہد کو ناول کے لیے زندگی اور مکالموں کی زبان چاہئے۔ اس سسکتی ہوئی دنیا کو موت سے زیادہ زندگی کی کتاب کی ضرورت ہے، جیسا اشارہ ذوقی نے اپنے اس ناول میں دیا ہے۔ یہ ایک ناقابل فراموش شاہکار ہے جس کا ہر عہد ہر موسم میں استقبال کیا جائے گا۔

——ڈاکٹر مشتاق احمد (دربھنگہ)

ناول کی سب بڑی خوبی یہ ہے کہ خوبصورت بیانیہ اور طلسمی حقیقت نگاری کی آمیزش سے نئی اور پرانی دنیاؤں کا سہارا لے کر تہذیبوں کے تصادم پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اور دلچسپ یہ ہے کہ بابری مسجد سانحہ کو علامت کے طور پر پیش کرنے کے بعد تہذیبوں کے شکست وریخت کا گھناؤنا منظر دکھانے کے بعد بھی ذوقی ناامید نہیں ہوتے اور کہانی کو اس مقام تک لے جاتے ہیں جہاں ہر نفس نومی شود دنیا وما—— تخلیق کی حیرت انگیز آزادی کا سہارا لے کر دراصل اس عالمی بازار کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی گئی ہے جہاں صابن سے رشتے تک سب کچھ بک رہے ہیں۔ یہ ناول میری نظر میں نئی صدی کے دروازے پر ایک ایسی دستک ہے کہ گزرتے وقت کے ساتھ جس کی گونج کم ہونے کے بجائے بڑھتی جائے گی

Scanned by CamScanner

اور یہی اس ناول کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

——ڈاکٹر شہزاد انجم (دہلی)

مشرف عالم ذوقی ویسے بھی اچھوتے اور ان کہے موضوعات پر قلم اٹھانے والے ایک حوصلہ مند فن کار ہیں لیکن ان کا تازہ کارنامہ، جو میری ناقص رائے میں ان کے تمام سابقہ کارناموں پر سبقت لے گیا ہے، یعنی ناول ''لے سانس بھی آہستہ'' انسانی زندگی کے ان پس پردہ رکھے جانے والے کمیاب مسائل اور معاشرے کے ان نازک ترین گوشوں کو چھوتا ہے، جہاں تک عام طور پر نہ تو کسی انسان کی رسائی ممکن ہو پاتی ہے اور نہ کوئی ناول نگار ایسے موضوعات کو اٹھانے کی جرأت کر پاتا ہے۔ اس ناول میں انسانی رشتوں کا ایک ایسا تناظر سامنے آتا ہے جو پاکیزگی کی معیار بندی کا نیا زاویہ اپنانے پر مجبور کرتا ہے۔ ممکن ہے سماج کے ہمارے نام نہاد ٹھیکیدار اسے دیکھیں سنیں، تو ناک بھوں چڑھائیں، لیکن یہ سب قدرت اور ہمارے بدلتے سماج کے مشترکہ جبر کے ایک لازمی نتیجے کے طور پر ہمارے سامنے آتا رہتا ہے۔ اس ناول میں انسانی نفسیات کے ان باریک تاروں کو چھیڑ دیا گیا ہے جو ہماری رگوں میں دوڑنے والے خون کو منجمد کر سکتا ہے۔ ناول کا کینوس وسیع ہے اور عموماً جب ایسا ہوتا ہے تو کہانی میں جھول پیدا ہونے لگتا ہے اور ناول میں قاری کے لیے دلچسپی کے سامانوں میں کمی واقع ہونے لگتی ہے لیکن ذوقی اس مرحلے سے بڑی خوش اسلوبی اور آسانی سے گزر گئے ہیں۔ چنانچہ از اول تا آخر ناول میں قاری کی دلچسپی یکساں طور پر برقرار رہتی ہے۔

یعقوب یاور (بنارسی)

☆☆☆

Scanned by CamScanner

ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی

مشرف عالم ذوقی کے چند اہم ناول۔ ایک جائزہ

مشرف عالم ذوقی اردو کے ان اہم ناول نگاروں میں ہیں جنہوں نے جو کچھ لکھا بہت سوچ سمجھ کر اور پوری ذمے داری کے ساتھ لکھا۔ ''نیلام گھر''، ''شہر چپ ہے''، ''بیان''، ''پوکے مان کی دنیا'' اور ''پروفیسر ایس کی عجیب داستان وایا سونامی'' ان کے مشہور ناول ہیں۔ ان میں موضوع کے اعتبار سے ''بیان'' کو کافی شہرت ملی۔ ''شہر چپ ہے'' فلمی اور میلوڈرامائی طرز پر لکھا ہوا ملک اور قوم کا المیہ ہے جس میں ذوقی نے غریب طبقے کی لاچاری، بے روزگاری اور انجام کار بیزاری کی عکاسی کی ہے۔ ''نیلام گھر'' (1992) موجودہ انتظامیہ کی بدعنوانیوں، سماجی برائیوں، دفتروں میں افسر شاہی کے ظلم، عورتوں کے استحصال اور پولیس کی جبر کی کہانی ہے اور قاری سے نظام کی تبدیلی کے لئے اُٹھ کھڑے ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ ''بیان'' (1995) ہندوستان کی مشترکہ تہذیبی وثقافتی اقدار کے زوال کا نوحہ ہے۔ تقسیم ہند سے لے کر بمبئی کی نسل کشی کی بربریت کے عام فہم اہم واقعات اور بابری مسجد کی شہادت کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کا بے باک اور جرأت مندانہ تجزیہ اس ناول کا خاصہ ہے۔

مشرف عالم ذوقی کو موضوعاتی ناول لکھنے میں مہارت حاصل ہے۔ وہ بے باکی اور

Scanned by CamScanner

نڈرتا سے دیش، سماج، معاشرے، تہذیب وتمدن اور انسانیت کے بنتے بگڑتے نقوش کو نہ صرف اپنی تیز آنکھوں سے دیکھتے ہیں، مشاہدہ کرتے ہیں بلکہ اس کرب کو دل میں اتار لیتے ہیں اور پھر ان کا قلم اپنے موضوع کے ساتھ بھرپور طریقے سے انصاف کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''بیان'' اپنے موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں میں سب سے زیادہ قابل اعتناء تحریر سمجھی گئی۔ ذوقی کے اسلوب میں موضوع کا انتخاب، اس کا گہرائی و گیرائی کے ساتھ مطالعہ، پیش کش اور پھر پڑھنے والوں کے دلوں تک پہنچ جانا ایسے عناصر ہیں جن کے لئے غیر معمولی ذہانت اور حساس شعور کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو ذوقی کے اندر بدرجہ اتم موجود ہے۔ بیانیہ کے سلسلے میں طرح طرح کے نام گنائے جاتے ہیں سپاٹ بیانیہ، غیر سپاٹ بیانیہ، تخلیقی بیانیہ، پریم چندی بیانیہ، کرشن چندری بیانیہ اور ابوالکلامی بیانیہ وغیرہ بیانیہ کے ان تمام رنگوں کے امتزاج سے ذوقی نے اپنا ایک الگ بیانیہ پیدا کیا ہے جس کا خوبصورت اور معنی خیز استعمال ''بیان'' میں ملتا ہے۔ وہ اپنے Diction کا استعمال کردار کی حیثیت اس کے معیار اور اس کی نفسیات کو دھیان میں رکھتے ہوئے کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ عبارت میں یا کرداروں کے مکالمے میں ایسے جملے لکھتے جاتے ہیں جو ساخت کے اعتبار سے مختصر ہوتے ہیں مگر ان کے اندر جو گہرائی چھپی ہوتی ہے وہ قاری کے ذہن اور اس کے وجود میں تلاطم پیدا کردیتی ہے۔

''اب تم بھی خطرے میں ہو بالمکند شرما جوشؔ''

''کیوں؟''

''تمہارے نام کے ساتھ جوش لگا ہے...... آدھے مسلمان......''

''میاں ایسا ہوا تو ازار بند کھول کر......''

''کھولو گے تب بھی فرق نہیں پڑے گا انہیں'' برکت حسین پن ڈبے سے پان نکالتے ہیں'' تب بھی فرق نہیں پڑے گا جوش میاں...... کیونکہ اب ہمارے بعد...... تم ہو...... تم جیسے سیکولر سوچنے والے...... اب وہ چن چن کر

Scanned by CamScanner

تمہیں ختم کریں گے‘‘(160)

’’فساد۔ چھوٹے چھوٹے بے قصور بچوں کی اموات...... لاشیں ہی لاشیں......عورتوں، کم سن لڑکیوں کے ساتھ زنا بالجبر...... جھلسے ہوئے گھر......چیخیں......گھروں سے اٹھتا ہوا دھواں...... چاروں طرف خون کے ازتے ہوئے چھینٹے اور چھوٹے چھوٹے بچے‘‘(161)

’’اس کے ذہن میں لگا تار دھماکے ہو رہے تھے جیسے ڈھیر سارے بم گولے چھوٹ رہے ہوں۔ آنکھوں کے آگے نلکانی کا چہرہ بار بار اُبھر رہا تھا۔ تم اسے ہتیا کہتے ہو۔ دھرم کے کام میں ہتیا اپرادھ جیسے شبد نہیں ہوتے۔ دھرم نے ستیہ کے لئے کئے گئے یدھ کو کبھی غلط نہیں کہا‘‘(162)

ذوقی نے روزمرہ پیش آنے والے واقعات، حادثات کا گہرائی سے مشاہدہ کیا اور جس طرح محسوس کیا اسی سچائی سے کاغذ پر اتار دیا ہے۔ ان کا لہجہ، اسلوب بیان سادہ اور سلیس ہے۔ کہیں کہیں علامتیں بھی ہیں مگر ابہام کہیں نہیں۔ ’’بیان‘‘ ایک طرح سے ’’سیاست‘‘ سے جڑا ہوا ناول ہے، بابری مسجد کے انہدام یا شہادت کا مرثیہ ہے۔ ذوقی نے ہمیں دھوکہ دینے والے اس کھوکھلے سیکولرزم کو محسوس کر لیا ہے جواب زیادہ دن کا مہمان نظر نہیں آتا۔ اب اس کی جگہ ’’ہندتو‘‘ کی حکومت ہوگی۔ انہوں نے ہندوستان میں جو کچھ ہو رہا ہے یا جو کچھ ہونے کی امیدیں ہیں انہیں اچھی طرح پہچان لیا ہے۔ اسی لئے ’’بیان‘‘ اتنا المناک، درد بھرا اور سچائیوں سے پُر ہے۔ یہ ناول بالمکند شرما جوش کے بیان سے شروع ہوتا ہے۔ وہ بیان جو وہ زندگی بھر نہیں دے پائے اور سورگ واسی ہو گئے۔ جوشؔ اور برکت حسین اس تہذیب، سماج، معاشرہ، زبان رسم ورواج، بھائی چارے کی علامت ہیں جواب اپنا جنازہ خود اپنے کاندھوں پر اٹھائے ماتم کناں ہیں کہ یہ کیا ہو گیا، کیا ہو رہا ہے۔ یہ محبت کے پیڑ میں پھولوں کے بجائے کانٹے کہاں سے پیدا ہو گئے۔ ’’بیان‘‘ کے مرکزی کردار جوش اور برکت حسین کے علاوہ

Scanned by CamScanner

بھاجپا اور کانگریس بھی ہیں۔ یہ ناول اپنے آپ میں ایک بھرپور المیہ ہے، ذوقی نے کہیں کہیں ایسے الفاظ اور ایسے جملے لکھے ہیں کہ بے ساختہ یا تو دل بھر آتا ہے یا اس تباہی پر غصہ آتا ہے۔ ڈر لگتا ہے۔ مستقبل کا عفریت اپنے خطرناک دانت نکالے سب کچھ مٹا دینے کے ارادے سے دلوں کو خوف و ذلت کا لبادہ اوڑھنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اس ناول کا پہلا باب ڈراؤنا خواب ہے جس میں جوش اور برکت حسین اپنے ماضی کو کھوج رہے ہیں۔ کبھی ناامید ہوتے ہیں کبھی پُرامید۔ برکت حسین ابھی تک مسلمانوں کی اس روایت کا احترام کر رہے ہیں کہ پان کھا کر اُگالدان ہوتے ہوئے پیک زمین یا دیوار پر تھوکیں گے۔ بالمکند شرما جوش اردو اور فارسی کا عالم ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی ہیں اور برکت حسین ان کے عزیز دوست، سخن فہم، شاعری کے دلدادہ۔ وہ مشاعرے میں جانے سے پہلے دیوان حافظ سے فال نکالتے ہیں کہ آج کامیابی ملے گی کہ نہیں۔ ان کا رہن سہن، رسم و رواج، زبان، تہذیب و تمدن بالکل مسلمانوں جیسا ہے اس لئے کہ وہ ہندو مسلمان کے فلسفے سے بے نیاز ہیں۔ یوں وہ اپنے مذہب کی پابندیاں بھی قبول کرتے ہیں۔ مگر ہندوستان اور پاکستان کی دو جنگیں بھی ان کے نظریات پر اثر انداز نہ ہو سکیں اور نہ ان کو الگ کر سکیں بلکہ دونوں مل بیٹھ کر اس نادانی کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

بابری مسجد کے سانحہ پر اس سے خوبصورت اور حقیقت پر مبنی تحریر شاید ہی لکھی جا سکے۔ اس کے ایک ایک لفظ میں درد پوشیدہ ہے۔ اس کے ایک جملے میں موجودہ نام نہاد سیکولر سماج پر طنز ہے اور اس کا ایک ایک فقرہ تہذیب و تمدن کے دشمنوں کے منہ پر طمانچہ ہے۔ ذوقی کی طنزیہ عبارتیں ان کے اسلوب کی جان ہیں۔ مثلاً اقتباسات دیکھئے:

''ابھی اینٹھو مت زیادہ جوش بھائی...... وہ دن آئے گا جب بازار میں مول کرنے جاؤ گے تو پوچھا جائے گا کس کی تھالی چاہئے ہندو کی تھالی...... یا

مسلمانوں کی تھالی'' (163)

''ایک بات پوچھوں ددو

پوچھو

آپ مسلمان ہیں کیا؟

کتاب پڑھتے پڑھتے وہ ایسے چونکے جیسے کسی نے انجانے طور پر عقب سے حملہ کردیا ہو وہ غصّے میں گھوم گئے۔ کیوں''؟

''آپ اردو جو پڑھتے ہیں'' مالو معصومیت سے بولی۔ انہوں نے گھبرا کر مالو کو چھوڑ دیا۔ ہکا بکا اُسے دیکھتے رہے پھر زور زور سے ہنس پڑے'' (164)

''مسلمان کیسے ہوتے ہیں؟''

''ایک دم سے گندے'' ددّو کھلے تو مالوڈر بھول کر معصومیت کی رو میں بہتی گئی'' بُرے کیسے؟''

''وہ نہاتے نہیں ہیں نا'' ماں کہتی ہے وہ گھر کو گندہ رکھتے ہیں، جانوروں کو مارتے ہیں اور......'' (165)

''ہاتھوں سے پیادے گرا دیے گئے آواز لرز گئی، تم کیا ہراؤ گے میاں، اب تو ہم لگاتار ہار رہے ہیں، ہر محاذ پر...... ہمارے لئے ہار ہی ہار لکھا ہے۔'' (166)

ذوقی نے اس ناول کے توسط سے اردو فکشن کو ایک نیا ڈکشن ایک نیا لب ولہجہ دیا ہے جو براہ راست بیانیہ سے بھی آگے کی چیز ہے۔ انہوں نے ناول نگاری کے ان مروجہ اسالیب سے گریز کیا ہے جہاں ناول کی کہانی ایک محدود فریم ورک میں الجھے الجھے پیچیدہ فلسفوں اور فارسی آمیز زبان کے بوجھل ماحول میں گم کردی جاتی ہے۔ ذوقی ناول میں زبان سے زیادہ اہم

Scanned by CamScanner

موضوع کو گردانتے ہیں۔ وہ محض الفاظ کی قلابازی پر یقین نہیں رکھتے اور نہ ہی کسی چونکانے والے کلائمکس پر۔ ذوقی کا اصل یقین تو وہ زندگی ہے کہ بقول ہمنگ وے ''ہم انسان ہیں اور ہمیں زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔'' ایسا لگتا ہے جیسے ذوقی ایک فوٹو گرافر ہیں جو کسی مینار کی اونچی چوٹی پر کھڑے موجودہ سماج کی تصویریں کھینچ رہے ہیں۔ لیکن وہ محض تصویر کشی کرنا نہیں چاہتے ان کے اندر کا فنکار ایسے تمام واقعے، حادثے یا المیے پر بہت خاموشی کے ساتھ اور بغیر آواز کے اپنی مداخلت یا اپنا احتجاج بھی درج کراتا رہتا ہے۔ مثلاً

> ''جو کچھ ہو رہا ہے وہ مذہب کے نام سے ہو رہا ہے۔ جن کے نام پر لڑنے اور کٹنے کا سلسلہ چل رہا ہے وہ دھرم استھل ہیں۔ رام اور خدا آپس میں لڑنے یا دیکھنے نہیں آ رہے ہیں، آ رہے ہیں ہم اور آپ جیسے لوگ...... یہ مذہب کو آپ لوگ اپنے گھروں میں بند کیوں نہیں رکھتے۔ نمائش کے لئے باہر کیوں نکال لیتے ہیں۔'' (167)

> ''بالمکند شرما جوش، اب ہوش میں آؤ...... ورنہ جان لو اردو کو مسلمانوں سے جوڑنے والے کسی دن تم کو بھی مولوی بنا کر خاندان سے علیحدہ کر سکتے ہیں۔'' (168)

احتجاج کا یہ رویہ ''بیان'' کا وہ مرکزی نقطہ ہے جہاں مصنف نے اپنا غم وغصہ درج کرایا ہے۔ یہ لب ولہجہ اور اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے خوبصورت بولتے ہوئے جملے، ہندوستانی زبان، یہی وہ منفرد اسلوب ہے جسے ذوقی نے اپنایا ہے اور اس نئے اسلوب کی بدولت وہ اردو ناول کو ایک نیا ڈائمنشن دینے میں کامیاب رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ اسلوب زبان کو خوبصورت بنانے والے عناصر سے یکسر پاک ہے اس میں صنائع بھی ہیں اور شعوری کوششیں بھی۔ مگر یہ صنائع زبان کا داخلی حصہ بن کر سامنے آئے ہیں اور کہانی میں ڈرامائی حسن پیدا کرتے ہیں مثلاً تمثیلوں اور استعاروں میں لپٹے ہوئے یہ جملے ملاحظہ کیجئے۔

Scanned by CamScanner

''تہذیب کسی بندوق کی گولی کی طرح پیدا ہوتے ہی جسم میں داغ دی جاتی تھی''

''واقعات نے دنگوں کا لباس پہن لیا''

''ہیلی کاپٹر اڑتے تھے تو لگتا تھا ایک خوفناک چڑیا اپنے پروں کو پھیلائے اپنی چونچ میں کوئی خطرناک بم دبائے گھوم رہی ہے''

''آداب اور اخلاق کی موٹی موٹی وزنی کتابیں جو بچپن سے تربیت کی نرم نرم پیٹھ پر باندھ دی گئی تھیں''

''لوگوں کے چہروں پر حیرت اگتی تھی، ہر دن کے اخبار میں حیرت اُگتی تھی''

''آنکھوں کے آگے لگاتار خونی رتھ یاترائیں گزرتی رہیں''

''ایک سوال تھا جو اکثر مانس نوچنے والے گدھ کی طرح انہیں نوچتا رہتا تھا کہ خواب تک جانے والے راستوں کو پکڑنے کے لئے جو چیز ہوتی ہے وہ کہاں سے لاؤ گے تم؟''

اسی طرح علامتوں اور استعاروں کی چاشنی میں ڈوبے ہوئے کچھ ایسے شیریں اور خوبصورت جملے ہیں جو ذہن سے چپک کر رہ جاتے ہیں۔ ان جملوں میں لہجے کے نئے پن، زبان کی لطافت اور پوشیدہ حقیقت بیانی کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ آپ بھی دیکھئے

''ہاتھ پیشانی تک جا کر سلام بن جاتے''

''ملک کے حاشیہ پر سب سے بڑا ہیرو مذہب ہے''

''انہیں اپنی مسکراہٹ کسی بری خبر کی طرح ٹوٹتی ہوئی لگی''

''فضا میں بارود ہے اور گھر میں مصلّیٰ بچھ رہے ہیں''

''شہر کے آسمان پر فرقہ واریت کے گدھ لگاتار گھوم رہے تھے''

''ساڑھے بارہ اور ڈیڑھ بجے کے درمیان واقعات نے رنگوں کا لباس

Scanned by CamScanner

پہن لیا''

''ماحول میں سناٹا پسرا تھا''

شروع سے آخر تک ایسے اقتباسات کی کمی نہیں ۔ ایسے اقتباسات کا ہر لفظ چونکاتا ہے، ہر جملے میں بلا کی تاثیر ہے۔

ذوقی کو اردو کے ساتھ ساتھ ہندی زبان پر بھی عبور حاصل ہے۔ ناول کی فضا چونکہ ہندو مسلم کرداروں کے ارد گرد بُنی گئی ہے اس لئے کردار اردو بولنے والے بھی ہیں اور ہندی بھی۔ بھاجپا کے جلسوں، میٹنگوں اور کارکنوں کی گفتگو میں اس زبان کا استعمال ضروری تھا کہ حقیقت بیانی اس کا تقاضا کررہی تھی۔ ایسے مواقع پر ہندی الفاظ، جملے یہاں تک کہ لمبے لمبے پیراگراف بھی ملتے ہیں اور اس کا اثر مصنف پر اتنا شدید ہوا ہے کہ وہ اردو بیانات اور جملوں میں بھی برجستہ ہندی الفاظ کا استعمال کثرت سے کر بیٹھے ہیں۔ اس خصوصیت کی بنا پر ''بیان'' کو رسم الخط کی تبدیلی کے بعد بڑی آسانی سے ہندی ناول بھی بنایا جاسکتا ہے۔

''رام جنم بھومی وجئے کے بعد اب کاشی اور متھرا کی باری ہے...... یہ رتھ چلتا رہے گا اس سے تک جب تک ہم شتابدی پرانی داستا کے اس وستر کو اتار نہیں پھینکتے ہیں''(169)

''ہم نے آدھونک اتہاس تیار کرلی ہے ___ مہینے دو مہینے یا سال بھر میں اتنی کتابیں بازار میں آجائیں گی کہ لوگ پرانے اتہاس کو بھول جائیں گے۔ اس کے لئے کچھ نئے اتہاس بھی گڑھنے پڑیں گے؟ تتھاستو۔ ستیہ کی کھوج کے لئے کبھی کبھی ایسا کرنا پڑتا ہے۔ داس کو مکتی دلوانے کے لئے کبھی کبھی جھوٹ کا سہارا لینا پڑتا ہے اس لئے ہماری دھارمک کتابوں میں اس جھوٹ کو غلط نہیں کہا گیا ہے۔ ہم ہر کونے سے اٹھیں گے، چپے چپے سے اٹھیں گے، ہم چاروں دشاؤں سے اٹھیں گے، ہم ندی، سمندر، جل، پہاڑ،

چٹان، چاروں اور سے جنیں گے۔ ہم جنیں گے ہم چپے چپے پر پھیلیں گے
اور ہم وجئی رہیں گے'' (170)

یہ وہ اسلوب ہے جو بلا ردو بدل دیوناگری رسم الخط میں لکھ دینے کے بعد ہندی ناول کا حصہ کہلائے گا۔

ذوقی نے ''بیان'' میں کچھ دستاویزی بیانات کو بھی کہانی کا حصہ بنایا ہے۔ یہ بیانات اخباری رپورٹ یا واقعے کا جزو لگتے ہیں۔ یہ بیانات پڑھنے والوں کو متاثر تو کرتے ہیں مگر ناول کے فن اور تسلسل کو مجروح بھی کرتے ہیں۔ ایسے مواقع پر تسلیمہ نسرین کا بنگلہ ناول ''لجا'' یاد آتا ہے جو دستاویزی بیانات پر ہی مشتمل ہے اور اسلوب کے اعتبار سے قاری کو زیادہ متاثر نہیں کر پاتا۔ ذوقی نے ان بیانات کے لئے ہوم ورک محنت سے کیا ہے جو قابل تعریف بھی ہے۔ مگر اعداد وشمار کی بجائے وہ متاثر کن واقعات سے یہ کام لیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ حقیقت نگاری ایک فن ہے جو ایسے اعداد وشمار پر مشتمل بیان کا محتاج نہیں۔

''تمہیں آشچریہ نہیں ہونا چاہئے متھرا اور کاشی کے نعرے بھی آج کے نہیں۔ 1984 میں پہلی دھرم سنسد میں 76 پنتھ سمپر دایوں کے 558 دھرم آچاریوں نے حصہ لیا اس میں پہلی بار رام جنم بھومی اور کاشی وشوناتھ مندر کی مکتی کا نرنئے لیا گیا'' (171)

''اجودھیا فیض آباد سڑک پر جگہ جگہ ٹوٹے ہوئے میناروں کے ٹکڑے ابھی تک جوں کے توں پڑے ہیں۔ کوٹیا، قضیانہ اور ٹیڑھی بازار کے تباہ شدہ مکان دوبارہ تعمیر ہو رہے ہیں ریلیف کیمپوں سے مسلمان واپس آنے لگے ہیں لیکن برپا ہونیوالی قیامت کا اثر سب کے چہرے پر ہے۔ ایک محلّہ ہے کٹرہ، وہاں مسلمانوں کے بہت سے مکان تھے شناخت کے لئے ان دروازوں پر 'کراس' کے نشان بنادیئے گئے حادثہ کے روز سب نے اپنے

Scanned by CamScanner

اپنے دروازے پر ''جے شری رام'' لکھ دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کے
مکان کی پہچان آسان ہوگئی اور چن چن کر مسلمانوں کے مکان میں آگ
لگادی گئی۔''(172)

ایسے ہی مواقع پر حقیقت نگاری پر حد سے زیادہ زور کی وجہ سے ذوقی زبان کے استعمال میں ''حسن'' کا عنصر فراموش کر جاتے ہیں۔اس لئے ''بیان'' پر جہاں انہیں دادو تحسین سے نوازا گیا وہیں ناول کے ایسے سپاٹ بیانیہ انداز اور ایسی زبان کی تنقیص بھی کی گئی لیکن ذوقی ہر دوصورت میں کامیاب رہے اس موضوع پر لکھی جانے والی تمام تحریروں میں ان کی تحریر زیادہ معتبر اور قابل اعتنا سمجھی گئی۔ مجموعی طور پر ان کا منفرد اسلوب، عام ڈگر سے مختلف لب ولہجہ اور قصے پر ان کی چابکدستی ''بیان'' کو ایک نا قابل فراموش شاہکار کا درجہ دیتی ہے۔

ذوقی کا تازہ ناول ''پوکے مان کی دنیا'' (2004) نئی نسلوں اور نئی تہذیب کی افسوسناک تصویریں پیش کرتا ہے جہاں فلم، ٹی وی، کمپیوٹر اور کارٹون، بچوں کی زندگی کا حصہ بن گئے ہیں اور ''گلوبلائزیشن'' کے خوبصورت نام پر ایک نئی صارفیت زدہ، ہوس کی اجارہ داری کرنے والی تہذیب پیدا ہو رہی ہے۔یہ ناول ذوقی کے مشاہدے کی گہرائی کا اچھا نمونہ ہے اور ثابت کرتا ہے کہ یہ ایماندار فنکار ہماری زندگی اور تہذیب کو متاثر کرنے والے ہر چھوٹے بڑے واقعے اور حادثے کو بہت شدت سے محسوس کرتا ہے اور جیسے محسوس کرتا ہے اسی سچائی سے کاغذ پر اتار دیتا ہے۔آج والدین کے پاس وقت نہیں ہے۔وہ دفتر کاروبار اور دیگر امور میں اس قدر مصروف ہیں کہ انہیں پتہ نہیں کہ ان کے بچے کیا کر رہے ہیں اور ان کی زندگی کون سا رُخ اختیار کر رہی ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سائبر عہد کے بچے نہ صرف عمر سے پہلے جوان ہو رہے ہیں بلکہ ان کے ہوش وحواس پر جنس غالب ہو رہی ہے۔آج کل بچے دھڑلے سے بلیو فلمیں اور فحش ویب سائٹس دیکھ رہے ہیں اور عملی زندگی میں بھی اسے اپنانے کی کوشش

Scanned by CamScanner

کرر ہے ہیں۔ ظاہر ہے ایسے سائٹس بچوں کو Sexual کرائم کی طرف اُکساتے ہیں۔ ناول کے مرکزی کردار سنیل کمار رائے (جج) کے پاس ایسا ہی ایک کیس آتا ہے۔ بارہ سال کا روی کنچن اور اس کی ہم عمر اور ہم جماعت سونالی اپنے گھر میں بلیو فلم دیکھتے ہیں اور پھر وہی سب کچھ کر بیٹھتے ہیں۔ سونالی کا باپ جے چنگی دلت ہے اس کی سیاسی جماعت اسے مشورہ دیتی ہے کہ اس کا فائدہ اٹھایا جائے۔ جے چنگی اپنے کیریر کے لئے اس پر عمل کرتا ہے اور گھر میں اختلافات جنم لیتے ہیں۔ جج سنیل کمار پر سیاسی جماعت کی طرف سے دباؤ ہے کہ بچے کو زنا بالجبر کا مجرم قرار دے کر اسے سخت سزا دیں۔ سنیل کمار معاملے کی تہہ تک پہنچنے کے لئے بچے سے ملاقات کرتے ہیں اور حقیقت جاننے کے بعد بچے کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے مقدمے کا فیصلہ سناتے وقت اصل مجرم اس بدلتی تہذیب، نئی ٹکنالوجی کو قرار دیتے ہیں جو بچوں کے چہرے بدلنے پر تلی ہوئی ہے۔

> ''میں پورے ہوش وحواس میں یہ فیصلہ سناتا ہوں کہ تعزیرات ہند دفعہ 302 کے تحت۔ میں اس نئی ٹکنالوجی، ملٹی نیشنل کمپنیز، کنزیومر ورلڈ اور گلوبلائزیشن کو سزائے موت کا حکم دیتا ہوں۔ ہینگ ٹو دیتھ۔''

ذوقی کا اصل Concern بچے ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے ملک اور ہماری تہذیب کا مستقبل ان بچوں کے ساتھ ختم ہو رہا ہے۔ پرانی سنسکرتی بدل رہی ہے ایک نئی سنسکرتی وجود میں آرہی ہے۔ بچے فنٹاسی اور ریلیٹی کے بیچ پھنس کر ایسے حادثے انجام دے رہے ہیں جیسا روی کنچن نے دیا۔ پوکے مان کارڈز، کارٹون اور ویب سائٹس بچوں سے ان کا بچپن چھین رہے ہیں۔ ذوقی ایک حساس فنکار ہیں اس لئے فنٹاسی کے غلط استعمال پر ان کا غصہ آتش فشاں بن جاتا ہے۔ وہ پُرزور احتجاج کرتے ہیں اور اپنا سارا زورِ قلم اپنی تہذیب اور بچوں کی معصومیت کو بچانے میں صرف کر دیتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

ذوقی نے اس ناول میں فن پر دسترس کا ثبوت دیا ہے اور اس مسئلے کو پرزور طریقے سے ابھارنے کے لئے ان تمام جزئیات پر گہری نگاہ ڈالی ہے جو ضروری ہیں۔ اس کے مکالمے، ٹرائل کا حقیقی اور دلچسپ منظر، ریا اور رتن کے ذہنی رجحانات، بیوی اسنیہ اور دوست نکھل سے گفتگو میں بدلتی زندگی اور کشمکش کا اظہار ایسے بہت سے عناصر ہیں جن میں ناول نگار کی فنکاری نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ Documentation ذوقی کے اکثر ناولوں میں رہا ہے مگر Ducumentation کی وہ صورت جو ''بیان'' میں موجود تھی یہاں فنی بالیدگی اور ہمہ جہتی کے ساتھ سامنے آئی ہے۔ بیان اور دیگر ناولوں (بشمول پروفیسر ایس کی عجیب داستان) میں فکر اور موضوع کو فن پر حاوی پایا گیا ہے مگر ''پوکے مان کی دنیا'' ایسا ناول ہے جہاں فن موضوع پر حاوی نظر آتا ہے۔ زیادہ تر مکالموں اور Patches پر مشتمل اس ناول میں اسلوب کے اعتبار سے ''بیان'' سے زیادہ دلکشی ہے۔ برجستہ اور خوبصورت مکالمے اس ناول کا حسن ہیں اور سچویشن یا قصے کے بجائے یہ مکالمے ہی ناول کو آگے بڑھاتے ہیں۔

ذوقی کا تازہ ترین ناول ''پروفیسر ایس کی عجیب داستان وایا سونامی'' (2005ء) موجودہ عہد کی سماجی، سیاسی، مذہبی، ادبی اور فکری ناانصافیوں کے خلاف احتجاج کی داستان ہے۔ اس کے کردار تو کئی ہیں احمد علی، سدیپ دا، پرویز سانیال، صدرالدین قریشی، ادیتی اور سیما وغیرہ، مگر ''وقت'' اس داستان کا اصل ہیرو ہے۔ وقت جو بھیانک طوفان سونامی کی طرح ہماری قدروں، تہذیبوں، ثقافتوں اور ایمانداریوں کو بہالے جا رہا ہے اور اپنے پیچھے چھوڑ جا رہا ہے، مکاری، دغابازی، فریب، ہوس اور شیطانیت سے بھرا ایک مکروہ اور غلیظ سماج۔ جس میں رہنے والے باشعور اور باضمیر انسانوں کو اپنے انسان ہونے پر شرم محسوس ہو رہی ہے۔ ''ذوقی'' نے یہاں سونامی کا سہارا لے کر بدلتے ہوئے وقت کا بھیانک چہرہ پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہوں اس چہرے کے کچھ رنگ۔

Scanned by CamScanner

سرا تنے بڑے بازار میں ہم سب بھی الگ الگ چھوٹے چھوٹے بازار بن گئے ہیں۔ ہم سب ایک ہی ریموٹ سے چلنے والے بازار ہیں جن پر کنٹرول کسی اور کا ہے۔ ہم وہی سوچتے ہیں جو ہمیں سوچنے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔ ہم وہی کرتے ہیں جو ہمیں کرنے کے لئے کہا جاتا ہے اور آج اس بازار میں سے زیادہ بکنے والی کوئی چیز ہے تو وہ ہے موت۔ موت جس کے گلیمر کو امریکہ سے لے کر انڈرورلڈ مافیا اور میڈیا تک کیش کرتی رہتی ہے۔ زندوں سے زیادہ بکتے ہیں مردے۔'' (174)

''موسیو، ساری پیشن گوئیاں اب صحیح ثابت ہو رہی ہیں۔ ریگستان پھیل سکتے ہیں۔ مونگے کی چٹانیں غائب ہو سکتی ہیں۔ گرم ہوائیں اپنا رخ بدل سکتی ہیں۔ دنیا کا ایک بڑا حصہ برف میں گم ہو سکتا ہے اور ایک بڑے حصے کو دھوپ کی ہر پل بڑھتی ہوئی شدت جھلسا کر راکھ کر سکتی ہے۔ انٹارکٹیکا میں گھاس اُگ سکتی ہے۔ موسیو، ممکن ہے تب بھی یہ دنیا قائم رہے گی۔ بس ایک مرد اور ایک عورت۔ دنیا بننے کا عمل جاری رہے گا۔ کیوں کہ ہم ہیں۔ گلیسر کے ٹوٹنے، بھیانک زلزلے، سونامی قہر کے باوجود ہم میں جینے کی طاقت موجود ہے۔'' (175)

''آپ ہیں اور آپ کو حکومت کرنا ہے۔ جو حکومت کرتے ہیں وہ رشتوں ناطوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ آپ کو حکومت کرنا ہے تو ایسے تمام رشتوں کو ٹھوکر مارنا ہوگا کیونکہ رشتے ہمیں کمزور کرتے ہیں۔ رشتے ہمیں غرض کی ڈور سے باندھتے ہیں۔'' (176)

سونامی لہریں اس ناول میں Under Current کے طور پر استعمال ہوئی ہیں۔ ایک طرف یہ 27 /دسمبر 2004 کی المناک صورت حال، کرب اذیت اور خوف و دہشت کو پیش کرتی ہیں تو دوسری طرف ان لہروں کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو ہماری تہذیبی، ثقافتی اور

Scanned by CamScanner

ادبی دنیا کو تیزی سے نیست و نابود کرنے پر تلی ہیں۔ لیکن نیوٹن کے قانون کے مطابق ''ہر عمل کا اس کے متوازی اور مخالف ایک ردعمل ہوتا ہے'' ناول میں وہ ردعمل پرویز سانیال اور سیما کے ذریعے سامنے آتا ہے اور سونامی کی تیز لہر کی طرح پروفیسر قریشی کی تباہی و ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔

ناول کا پہلا نصف حصہ زیادہ خوبصورت ہے۔ احمد علی اور ادیتی سانیال کے کردار غیر معمولی ہیں اور ذہن پر پروفیسر یا پرویز سے زیادہ گہرا نقش قائم کرتے ہیں کہ جدوجہد اور کشمکش سے بھری زندگی گزارنے والے ایسے چہرے ہماری زندگی میں بار بار ملتے ہیں اور کچھ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ احمد علی کی زندگی کا سفر؟ غریبی سے امیری کا سفر، سدیپ دا جیسے کمیونسٹ کا ساتھ، جوٹ ملس کے منیجر کا قتل کرنے کا پلان، احمد علی کی توبہ، شاہ پور چھولداری میں آمد، کمیونزم سے مذہب کی طرف مراجعت، پرویز سانیال کا جنم اور پروفیسر قریشی کی عجیب داستان میں اس کی شمولیت اور درمیان میں سیما اور شیلی کے خود سپردگی سے بھرپور جذبات۔ یہ سفر ذوقی کے دلچسپ انداز بیان کی بدولت سحر انگیز ہو گیا ہے اور قاری کو اپنے ساتھ بہالے جانے کی قوت رکھتا ہے۔ ناول کا دوسرا نصف حصہ زیادہ تر سونامی المیے اور اس کی خوفناک تصویروں پر مشتمل ہے۔ یہاں ''بیان'' اور ''پوکے مان کی دنیا'' سے زیادہ Documentation ہے مگر ''پوکے مان'' میں جس فنی بالیدگی اور ہمہ جہتی کے ساتھ یہ صورت سامنے آئی تھی یہاں مفقود ہے۔ صفحہ 289 سے 424 تک کے واقعات صحافتی ادب کا حصہ معلوم ہوتے ہیں اس لئے ناول کی طوالت اور پلاٹ کے ڈھیلے پن کا سبب بن جاتے ہیں۔ ناول میں بائبل کے طویل اقتباسات کا جگہ جگہ استعمال بھی قصے کی جامعیت کو ایسا ہی نقصان پہنچاتا ہے۔

سونامی کے بہانے ذوقی نے ادب میں درآئی سونامی کا بھی جائزہ لیا ہے۔ ذوقی ایک بے باک، جری اور نڈر قلمکار ہیں اس لئے نہ صرف یہ کہ انہوں نے ادب کو سیاست، حکومت

Scanned by CamScanner

اور اقتدار کا ذریعہ بنانے والوں کے نام آسان اشاروں میں پیش کر دیے ہیں بلکہ ادبی مافیا کا وہ بھیانک اور خوفناک چہرہ دکھایا ہے جو حساس قاری کے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ اگر ذوقی کے بیانات میں سچائی ہے تو اردو سے دل و جان سے عشق کرنے والے ایک عام قاری کے لئے یہ ایک کربناک اور حیران کن دنیا ہے۔ اگر یہ سب صرف احتجاج ہے (کوئی ذاتی بغض وعناد یا دشمنی نہیں) تو ٹھیک ہے کہ ہر فنکار کو ناانصافی اور ظلم کے خلاف احتجاج کی آزادی ہے۔ مگر ناول پڑھتے ہوئے ای ٹی وی کا معاملہ، رسالہ نکالنا، خانقاہی کا ناول لکھنا جیسے کچھ واقعات کے پس منظر میں مصنف کی ذاتی پُرخاش کی جھلک ملتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ادب کو ذاتی چپقلش، شکایت یا دشمنی کے اظہار کا ذریعہ نہیں بنانا چاہئے۔ اس حد تک کہ وہ فن پر حاوی ہو جائے اور قاری کو پہلی نظر میں اپنی جانب متوجہ کر لے۔

طوالت، Documentation اور ذاتیات سے ہٹ کر دیکھا جائے تو یہ ذوقی کا ایک اہم ناول ہے۔ اس میں عصری تقاضے اور حقائق ہیں اور زبان، اسلوب اور فکر کا وہ جادو ہے جو قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

Scanned by CamScanner

مشرف عالم ذوقی

انکیوبیٹر

(اپنی بٹیا صحیفہ کے لئے _ _ _ _ جو دو برس کے سفر میں
اتنا کچھ دے گئی، جو پوری زندگی پر بھاری ہے)

نرسری

سیمون دبووار (Simone De Beauvoir) نے کہا تھا۔

'عورت پیدا نہیں ہوتی، بنائی جاتی ہے۔'

لیکن، نیل پیدا کہاں ہوئی تھی۔نیل تو بن رہی تھی۔نیل تو ہر بار بننے کے عمل میں تھی۔ شاید اسی لئے، پیدا ہوتے ہی وہ ایک اسپتال سے دوسرے اسپتال بھیج دی گئی تھی۔اُسے میں نے نہیں دیکھا تھا۔ماں نے نہیں دیکھا تھا۔بلکہ کہنا چاہئے ڈاکٹروں کو چھوڑ کر، جو آپریشن کے وقت یقیناً پاس پاس لیبر روم میں موجود ہوں گے، یا جیسے ڈاکٹروں نے بھی ہنستے ہوئے کہا ہوگا...... ''وشواس کیجئے ____ ہم نے بھی نہیں دیکھا۔لیکن وہ ہے اور سانس چل رہی ہے۔'

اور...... ڈاکٹروں کے مطابق نیل پیدا ہو چکی تھی اور سانس بھی چل رہی تھی...... اور اب صرف اس کے بچائے جانے یعنی زندہ رکھنے کی کارروائی باقی تھی۔جس اسپتال میں نیل پیدا ہوئی، وہاں نرسری کا کوئی اچھا انتظام نہیں تھا۔اس لئے ڈاکٹروں نے ایک چھوٹی سی ایمرجنسی میٹنگ کے بعد نیل کو ایک دوسرے اسپتال شفٹ کر دیا تھا۔

نیل اسپتال سے گھر نہیں آئی۔نیل ایک اسپتال سے دوسرے اسپتال چلی گئی...... جس ایمبولنس میں اسے دوسرے اسپتال شفٹ کیا گیا، اس میں نیل کے ساتھ رشتے کے ایک بھائی کو بٹھایا گیا۔واپسی میں اس بھائی سے پوچھا گیا......

تم نے اسے دیکھا؟

Scanned by CamScanner

......نہیں

کیوں؟ تم تو ایمبولنس میں اس کے پاس ہی بیٹھے ہو گے نا؟

......ہاں بیٹھا تو پاس ہی تھا، مگر!

......مگر کیا؟

وہ نہیں تھی۔ میرا مطلب ہے......

بھائی سر کھجا رہا تھا۔ آنکھیں چرانے کی کوشش کر رہا تھا......

OO

مدر نرسری میں سب کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اسپتال کی پانچویں منزل پر یہ نرسری آباد تھی۔ نومولود، ابھی ابھی پیدا ہوئے بچے کی آرام گاہ...... یہ پورا ہال ہی ائیر کنڈیشنڈ تھا...... اندر شیشے کی بنی ہوئی ایک چھوٹی سی دنیا...... شیشے کے اس عجیب وغریب ڈزنی لینڈ میں چھوٹے چھوٹے لاتعداد انکیوبیٹر پڑے تھے...... چھوٹے چھوٹے شیشے کے گھروندے...... ان گھروندوں میں ایسے نومولود بچوں کے لئے ایک نقلی دنیا آباد تھی۔ یعنی جیسی دنیا وہ آنکھیں جھپکاتے ماں کی کوکھ میں دیکھتے یا محسوس کرتے ہوں گے۔ شیشہ کی اس چھوٹی سی دنیا کے اندر کا ٹمپریچر بھی وہی تھا جو ماں کی کوکھ میں بچہ محسوس کرتا تھا...... انکیوبیٹر میں آکسیجن کی ٹیوب بھی لگی تھی۔ مگر دور سے، شیشے کے بڑے دروازے سے جھانکنے پر، یہ ڈھیر سارے چھوٹے چھوٹے گھروندے ہی لگتے تھے......

'نیل کہاں ہے؟'

مدر نرسری دکھانے والا، ڈاکٹر جوش میں ہاتھ کے اشارے سے کچھ دکھانے کی کوشش کر رہا تھا......

'وہ......وہ رہی نا......'

......وہ......موٹا سا بچہ......

'نہیں اس کے پاس والا......'

Scanned by CamScanner

......اچھا۔ وہ، جو بے بی الٹی پڑی ہے......

'نہیں، اس کے دائیں طرف دیکھئے۔'

......وہ۔ مگر وہ انکیوبیٹر تو......

'خالی ہے'......ڈاکٹر مسکرا رہا تھا۔ وہ بن رہی ہے۔ وہ ہے اور آپ کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'

○○

واپس اسپتال آ کر میں نے اس کی ماں کو یہ مژدہ سنا دیا۔ ماں کو اب ہوش آ چکا تھا۔ بیٹی ہونے کی اطلاع ڈاکٹر اسے دے چکے تھے۔ یہ بھی بتایا جا چکا تھا، کہ وہ مدر نرسری بھیج دی گئی ہے۔ مجھے دیکھ کر ماں کی آنکھوں میں تجسس کے دیئے ٹمٹما اُٹھے۔

......تم نے دیکھا۔

ہاں

......کیسی ہے، وہ......؟

وہ...... ہے......یعنی کہ......

کس پر گئی ہے......

......گئی نہیں ہے۔ بن رہی ہے۔ گھبراؤ نہیں، جب تک تمہیں مکمل طور پر گھر جانے کی اجازت مل جائے گی، وہ بن چکی ہو گی......

''مطلب۔؟''

......فکر مت کرو۔ وہ بن رہی ہے اور دیکھتے دیکھتے۔ ہاں تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا، وہ تمہارے سامنے آ کر کھڑی ہو جائے گی۔ وہ خوب زور سے چیخے گی اور تم چہرے کو انتہائی سنجیدہ بنا کر کہو گی......نیل۔ بی ہیو یور سیلف۔

لیکن، ماں شاید اب کچھ بھی سن نہیں رہی تھی۔

ماں ایک لمبی خاموشی میں ڈوب گئی تھی۔

Scanned by CamScanner

تریپتی مینن کے دو رنگ (ادب اور آرٹ)

تریپتی مینن......ایک ایسی خاتون جن کے بارے میں، میں بار بار الگ الگ نظریے گڑھتا تھا اور نظریے کچی مٹی کے گھڑے کی طرح ٹوٹ جاتے تھے......نہیں، مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ ہماری پہلی ملاقات کہاں ہوئی تھی۔ یا تریپتی مینن میں یاد رکھی جانے والی کون سی ادا یا بات تھی کہ میں نے پہلے پہل اپنی نوٹ بک میں......پھر آہستہ آہستہ اس کی ''اول جلول'' اداؤں کو دل کی گرہ میں باندھ لیا......

'چلو خالی وقت کا ایک سامان تو ہوا'......

پہلی بار میں، ہم بہت کم بولے تھے......مجھے یاد ہے، اس وقت بھی ہمارے مکالمہ کا عنوان عورت تھی۔ وہ ایک ہندی میگزین میں اپنی کہانی چھپوانے آئی تھی۔ میگزین کے ایڈیٹر میرے بزرگ دوست تھے......آنکھوں پر کالا چشمہ۔ بڑھی ہوئی داڑھی......نام تھا، رادھیکا رمن۔ رادھیکا جی درویش صفت منش ہیں۔ مگر کچھ ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ بقول رادھیکا جی، کہ 'چٹکی' لینے کی خواہش زور پکڑنے لگتی ہے......چائے آ گئی تھی۔ تریپتی مینن آہستہ آہستہ چائے کی سپ لے رہی تھی۔ دھیان کہیں اور تھا۔ آنچل ذرا سا ہٹ گیا تھا۔ سانولی یا نہیں......نیم عریاں، آدھی سوئی ہوئی بہار کے قصے سنا رہی تھی۔ چہرے پر ایک تیکھی مگر بچوں جیسی مسکراہٹ تھی۔ تریپتی بار بار رادھیکا جی کے مذاق کی عادت پر پسری جا رہی تھی۔

عورت میں ہر بار ایک نئی عورت آ جاتی ہے......یہ رادھیکا جی تھے۔

عورت میں ہر بار ایک عورت گم ہو جاتی ہے......یہ میں تھا۔

عورت......آپ لوگ اسے عورت کیوں نہیں رہنے دیتے......یہ تریپتی تھی۔

OO

میں نے پہلی بار اداؤں میں ڈوبے اُس کے جسم کا جائزہ لیا۔ اس جسم میں کتنی بہاریں قید ہوں گی۔ چالیس......چالیس بہاریں۔ مگر تریپتی جانتی تھی، خزاں سے پہلے اس بہار کی کیسے حفاظت کرنی ہے۔ مگر ہر بار نوخیز اداؤں کی گرفت میں اس کا پورا وجود ایک 'جوکر' میں

Scanned by CamScanner

تبدیل ہوا جارہا تھا۔

تم اپنی عمر کو نہیں بھولی ہو......رادھیکا جی نے پھر چٹکی لی۔

''عمر کو......''

میں آہستہ آہستہ مسکرا رہا تھا......

'میں سمجھی نہیں......'ترپتی کے سانولے چہرے پر بجلی دوڑ گئی تھی۔

. ''سب سمجھتی ہو تم۔ گھر سے چلتے ہوئے عمر کو کسی لاک اَپ میں بند کر کے آتی ہو......
پھر واپس آ کر جب عمر کو لاک اَپ سے نکالنے کی کوشش کرتی ہو تو......'' رادھیکا رمن مسکرائے...... یہ صرف تمہارا مسئلہ نہیں ہے ترپتی۔ تمہاری جیسی تمام عورتوں کا مسئلہ ہے۔

'نہیں۔ سر، میرا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔'

'اور میتن؟'

'ہم نے لومیرج کی ہے......'

'لو(Love) تم نے کیا تھا یا میتن نے کیا تھا......''، رادھیکا رمن زور سے قہقہہ لگاتے ہوئے بولے......

نیم عریاں شانے پر اس نے آنچل پھر سے بار بار کر دیا تھا......''اب......اب میں چلوں گی سر۔ کہانی دیکھ لیجئے گا'

چہرے پر ناراضگی تھی۔

'ارے بیٹھو......'

'نہیں سر۔ آج آپ کچھ زیادہ ہی مذاق کر رہے ہیں۔'

'اس نے کرسی خالی کر دی۔ گولڈن کلر کا بیگ شانہ سے لٹکایا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے دروازے سے اوجھل ہوگئی......

'ترپتی ناراض ہوگئیں......'میرے لئے یہ پہلا اتفاق تھا۔

رادھیکا رمن ہنس رہے تھے......'' پاگل مت بنو۔ ترپتی کو تم نہیں سمجھو گے..ہو ہو..وہ

Scanned by CamScanner

یہی کرتی ہے۔ عادت ہے اس کی..ہو ہو..دراصل وہ چاہتی بھی یہی ہے۔''

'کیا۔'

'جو میں نے کیا......' وہ مسکرا رہے تھے۔

'مطلب؟'

'ارے۔ اس میں حیرانی کی بات کیا ہے۔ اپنشدوں میں کہا گیا ہے۔ ناری کو نہ سمجھو تو بہتر ہے...... ناری سمجھنے کی وستو نہیں ہے۔ رہسیہ ہے۔ گھور رہسیہ...... ترپتی اسی رہسیہ کا حصہ ہے...... ایسا نہیں کرو تو وہ ناراض ہو جاتی ہے۔ ناراضگی پر کیوں جاتے ہو۔ اس میں پراکرتک سوندریہ، کیوں نہیں، دیکھتے۔...... اس آیو میں بھی...... تم نے دیکھا...... سانولے جسم میں سارے سمندر کی 'سنہلی'، مچھلیاں ایک ساتھ کہاں جمع ہوتی ہیں...... ان ساری 'سنہلی' مچھلیوں کو جوڑ کر ترپتی ایک بہت لمبی 'سنہلی' مچھلی بن گئی ہے۔''

وہ ہنس رہے تھے...... اس مچھلی کے پیچھے دوڑو گے...... بولو......؟'

○○

لیکن مجھے زیادہ دور تک دوڑنے کی ضرورت نہیں پڑی......

یہ ترپتی سے میری دوسری ملاقات تھی۔

وہ کارلٹن آرٹ گیلری میں کھڑی تھی...... ایک لمحے کو میں نے اس سے چھپنے کی کوشش کی___ وہ کسی کو اپنے بارے میں بتا رہی تھی۔

'انسٹی ٹیوٹ آف آرٹ اینڈ کرافٹس سے کمرشیل ڈیزائن کا کورس کیا ہے۔ آرٹ میرا شوق نہیں ہے۔ زندگی ہے۔ سانسیں ہیں۔ آئل ان کینوس کے علاوہ آئل آن پلائی وڈ، واٹر کلر پیسٹل، پین اینڈ انک، پلاسٹر آف پیرس، سیمنٹ آن گلاس وغیرہ میڈیمز میں کام کر چکی ہوں۔'

درمیان میں اس کی کھنکدار ہنسی گونجی___

'پچھلی بار فیسٹیول آف ویمن سیریز میں، میں نے بھی اپنی کچھ تصویروں کی نمائش لگائی

Scanned by CamScanner

تھی۔'

میں ایک دم سے چونک گیا تھا......

موٹے بھدّے جسم والی خاتون نے حیرت سے دریافت کیا......' آپ......یعنی آپ بھی۔'

' کیوں' ترپتی مسکرائی ہے......'' آئل ان کینوس۔ کبھی کبھی کینوس پر صرف آئیل بیچتا ہے اور عورت آئیل کی طرح پوچھ ڈالی جاتی ہے......نہیں؟ ایک کورا کینوس...... میں نے عورت کے 'رحم' کو دکھانے کی کوشش کی تھی۔

' رحم'......؟'

رحم مادر یعنی 'Womb' ...... جہاں نومہینہ تک بچے کے روپ میں ایک مرد سڑتا ہے۔ پتہ ہے۔ میرے شوہر تک جب اس نمائش کی بات پہنچی تو وہ پانچ مہینے تک مجھ سے غصہ رہے تھے۔ بات چیت کمپلیٹلی بند۔ میں نے بھی کوشش نہیں کی......عورت کا ننگا بدن۔ آپ دکھانا ہی چاہتے ہیں تو وہ جگہ کیوں نہیں دکھاتے جہاں سے سرشٹی، یعنی ایک عورت Creator بنتی ہے۔ رچیتا۔ مرد کو جننے والی۔ خالق۔ اب یہاں دیکھئے نا......

وہ آرٹ کے عریاں فن پاروں کو دکھا رہی تھی۔

' دکھانا ہے تو عورت کو پورا پورا ننگا کرنے سے کیا حاصل۔ بس وہ جگہ دکھا دو، جو مرد دیکھنا چاہتا ہے۔'

' مائی گاڈ۔ ترپتی۔ تم میں کتنا دکھ بھرا ہے۔ Leave it یار۔ پینٹنگس دیکھتے ہیں۔'

ترپتی اچانک مڑی تھی......مڑی اور چونک گئی۔ میری طرف دیکھا۔ مسکرائی۔ ہاتھ نہیں بڑھایا۔

' آپ'؟

' مجھے نہیں ہونا چاہئے تھا......!'

' نہیں۔ ہونا کیوں نہیں چاہئے تھا' وہ جھینپ رہی تھی...... کب آئے؟

شاید وہ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ آپ دیر سے تو نہیں ہیں۔ ہماری بات تو نہیں سن رہے تھے۔ میں نے جھوٹ بولنے ہی میں عافیت سمجھی......

'بس۔ابھی آیا۔'

'اوہ۔' تر پتی کو تسلی ملی تھی...... موٹے جسم والی عورت سے پیچھا چھڑاتے ہوئے اب وہ میرے ساتھ پینٹنگس پر اپنی تنقیدی نظر ڈال رہی تھی۔

'اچھی ہیں نا......'

'ہاں'

'دراصل۔' وہ کہتے کہتے ٹھہری...... 'مجھے موڈس والی پینٹنگس کچھ زیادہ ہی پسند ہیں۔ اسچنگ ورک، فیگر یٹو ورک اور رئیلسٹک اپیروچ مجھے پسند ہیں۔ان تصویروں میں امپریشن ازم کے پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

'کیوں'...... میں تعجب سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ ایک سانس میں اپنی معلومات کی توپ چھوڑتی چلی گئی۔ وہ کمپوزیشن اچھا ہے۔فلاں غلط۔ وہاں کینواس کی سطح کم گاڑھی ہونی چاہئے تھی۔ فلاں تصویر میں Base بناتے ہوئے ٹیکسچر دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ ناہموار سطح پر پاورفل اسٹروکس کے ذریعہ رنگوں کا خوبصورت استعمال کیا جانا چاہئے تھا......'

'رنگ......' میں نے ایک لمبی آہ کھینچی تو وہ چونک گئی۔

'زندگی سے رنگ جھڑ جائیں تو......؟'

'' آرٹ گیلری سے باہر بھی ملاقات کا ایک راستہ جاتا ہے۔'

وہ اداس ہوگئی تھی......Sorry'

'Sorry کیوں؟'

تمہارا نمبر ہے؟''

'نمبر۔'

Scanned by CamScanner

'میں فون کرلوں گی۔'

اس کے جسم میں تھرتھراہٹ تھی...... پرانی ترپتی غائب تھی...... میں ایک نئی ترپتی کو دیکھ رہا تھا۔ جوڈر رہی تھی...... یاڈرنے کی ایکٹنگ کررہی تھی۔

رادھیکا جی کے لفظ کانوں میں گونج رہے تھے۔ ناری گھوررہسیہ ہے۔ ترپتی اسی رہسیہ کا حصہ ہے......'

. میں نے ترپتی کو نمبر لکھوادیا......

آرٹ گیلری سے سڑک دو الگ الگ دشاؤں میں مڑ گئی تھی۔

آثارقدیمہ اور ترپتی کا تیسرا رنگ (میوزک)

صحافیوں کے لئے یہ دنیا ایک سیپ کی طرح ہے۔ یہ بات کس نے کہی تھی، یاد نہیں۔ لیکن فرصت کے اوقات اس بارے میں سوچتا ہوں تو اپنی ذات سیپ کی 'ڈگی' میں بند 'گھونگھے' سے زیادہ نہیں لگتی...... بس بھاگتے رہو...... بھاگتے بھاگتے تھک جاؤ تو اپنی چھوٹی سی دنیا میں بند ہو جاؤ اور آپ جانئے ...... فری لانس جرنلسٹ کو کیسے کیسے محاذ پر لڑنا ہوتا ہے...... اُس دن طبیعت ناساز تھی لیکن میگزین کی طرف سے بھارت سنگاپور اتسو، میں شامل ہوکر اس کی رپورٹ تیار کرنی تھی۔ بانسری کا مجھے کبھی شوق نہیں رہا۔ بچپن کے دنوں میں ہونٹوں سے لگایا ہو، اب یاد نہیں۔ لیکن ہری پرساد چورسیا میں میری دلچسپی ضرور تھی...... اور یہی دلچسپی مجھے اس اُتسو میں کھینچ کر لے گئی تھی...... فکّی آڈیوٹوریم کا مین ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ کسی نے مجھے ذرا سا دھکا دیا اور تیز تیز اندر کی طرف قدم بڑھائے۔ میں غصہ میں کچھ بولنا چاہتا تھا کہ ٹھہر گیا۔

'ترپتی۔'

OO

یہ ترپتی سے میری تیسری ملاقات تھی۔ شوشروع بھی ہوا اور ختم بھی ہوگیا۔ میں برابر اس پر نظر رکھے ہوا تھا۔ وہ ہال میں ہوکر بھی ہال میں نہیں تھی۔ کسی چور جیسی، اپنی سیٹ پر دُبکی ہوئی تھی...... بلی کی طرح سہمی ہوئی۔ آہٹ سے ڈر ڈر جانے والی۔ شوختم ہونے کے بعد میری

Scanned by CamScanner

نظروں نے اس کا تعاقب کیا۔ گیٹ کے پاس ہی میں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

'آہ تر پتی۔ یہاں بھی تم۔'

'ہاتھ چھوڑو......' اس کے لہجہ میں سختی تھی...... میں نے تمہیں دیکھ لیا تھا۔ میں خود تم سے ملنے والی تھی۔

میں نے ہاتھ ہٹا لیا...... 'شو کیسا لگا تمہیں؟'

وہ ابھی بھی کہیں اور تھی۔ بھیڑ سے الگ ہم باہری گیٹ سے دوسری طرف کھڑے ہو گئے۔ نکلنے والی گاڑیوں کا شور انسانی شور سے کہیں زیادہ تھا۔

'بہلا نے آئی تھی خود کو۔ مگر بور...... انڈین اوشن کے اس 'بینڈ' کو دیکھا تم نے......' اس کے لہجے میں کڑواہٹ تھی...... فن مر گیا ہے۔ ہم دو سنسکرتیوں کو ملا دینا چاہتے ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟ ایک جھوٹا تماشہ۔ تمہیں لکھنا چاہئے۔ بھارتیہ سروں کا یہ کیسا میل ہے۔ جاز، ریگے، راک، پاپ اور بھارتیہ سنسکرتی کا بریک فاسٹ ملا دیا۔ مکچر تیار۔ کلچرل موٹف کو نئے ماڈرن ڈھانچہ میں ڈال دیا اور نیو جنریشن کے سامنے پروس دیا۔ یہی 'فیوزن ہے...... سکڑتی سمٹتی دنیا کو، پاگل بنا دینے والی میوزک کمپنیوں کا دیا ہوا دیشی تحفہ ___

'تمہیں فیوزن سے چڑھ کیوں ہے؟'

آپ اسے ویسے کا ویسا رہنے کیوں نہیں دیتے، جیسا کہ وہ ہے۔ لیکن نہیں۔ بات پروفیشنل منافع کی ہے ___ کنزیومر ورلڈ کی ہے ___ بازار کی ہے ___ آپ وہی تہذیب فروخت کریں گے، جس کی ودیشوں میں مانگ ہے۔'

اس کی ہرنی جیسی آنکھیں اب بھی سہم سہم کر ادھر اُدھر دیکھ لیتی تھیں...... سنو۔'

اس نے آہستہ سے میرا ہاتھ تھاما......

'مینن ایک ہفتہ کے لئے باہر گئے ہیں ___ ساؤتھ ___ کل آسکتے ہو۔'

'کس وقت؟'

'شام کے وقت۔'

Scanned by CamScanner

تیزی سے آتے ہوئے آٹو کو اس نے ہاتھ دے کر روک لیا تھا...... مینن غلطی سے گاڑی کی چابی اپنے ساتھ لے گئے۔ آؤ گے نا؟'

اس نے آہستہ سے میرا ہاتھ دبایا۔ آٹو پر بیٹھی اور آٹو روانہ ہو گیا۔ میرے ہاتھ میں ایک چھوٹے سے کاغذ کی پرچی تھی۔ جس پر اس کا ایڈریس لکھا ہوا تھا۔ لیکن یہ ایڈریس اس نے کب لکھا۔ جب وہ ہال میں تھی۔ یا۔ مجھے دیکھ کر وہ پہلے سے ہی مجھ سے ملنے کا من بنا چکی تھی۔

'ناری گھور رہسیہ ہے وستو ہے'...... مسکراتے ہوئے میں نے کاغذ جیب کے حوالے کر دیا۔

○○

کال بیل کی پہلی آواز پر ہی دروازہ کھل گیا۔ شاید وہ میرے انتظار میں تھی۔ میرے اندر آتے ہی اس نے 'کھٹاک' سے دروازہ بند کر دیا۔

میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ترپتی کے چہرے پر اب بھی ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

''مینن صاحب کب آئیں گے؟''

''پتہ نہیں''

میں نے گھر کی سجاوٹ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے پوچھا...... 'مینن صاحب کرتے کیا ہیں؟

ترپتی بجھ گئی تھی۔ آہستہ سے بولی۔ ان کا تعلق محکمۂ آثار قدیمہ سے ہے۔

ترپتی مینن کی آواز اس بار برف کی طرح سرد تھی...... 'وہ ہر بار کچھ نہ کچھ برآمد کر لیتے ہیں۔ محنتی اور سخت ____ صرف اور صرف اپنے کام پر یقین رکھنے والے ____ لیکن ہر بار...... مجھے تعجب ہوتا ہے۔ کچھ نہ کچھ......'

'جیسے؟'

'کوئی...... قدیم تہذیب ____ قدیم شہر......' ترپتی مینن نے اپنی زلفوں کو جھٹکا

Scanned by CamScanner

دیا ـــــ آنچل اُس کے سیاہ جمپر سے پھسل کر گود میں آ گرا تھا ـــــ لیکن ترپتی نے آنچل کو اٹھانے کی زحمت نہیں کی۔ اُس کی عریاں بانہیں نمایاں تھیں۔ 'صندلی' برہنہ بازؤں کے گوشت آہستہ آہستہ چنگاریاں دینے لگے تھے۔ ترپتی کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

○○

''وہ ہر بار کچھ نہ کچھ برآمد کر لیتا ہے۔ لیکن مجھے تعجب ہے۔ وہ آج تک مجھے برآمد نہیں کر پایا۔ اپنی بیوی کو......'

ترپتی نے جیسے اپنے آنسو پونچھے ہوں! دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے جذباتی لہجے پر قابو پالیا تھا۔ ارے میں تو بھول ہی گئی۔

'کیا؟'

'آپ پہلی بار آئے ہیں۔ اور شاید......' اس کا لہجہ داس تھا۔

'مینن صاحب ہوتے تو......'

'میں ہمت تو کُجا، سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔'

'کیوں؟'

پتہ نہیں۔ وہ مسکرائی...... 'پہلے چائے۔ آپ چائے لیں گے یا کافی۔'

'کچھ بھی چلے گا۔'

○○

ترپتی کیبن میں گئی تو میں نے اس کے کمرے کا جائزہ لیا۔ دیوار پر دو خوبصورت بچوں کی تصویریں آویزاں تھیں۔ کمرے میں ایسا بہت کچھ تھا، جو ترپتی کے ذوق وشوق کی کہانیاں بیان کر رہا تھا ـــــ دیوار پر ٹنگی تصویروں میں ایک بچہ کم از کم تیرہ سال کا ہوگا۔ دوسرا دس کے آس پاس۔ ترپتی تو اتنی عمر کی نہیں لگتی۔ کیا پتہ۔ ساؤتھ کے رتی رواج اور کلچر کے بارے میں ہم ابھی بھی کتنے انجان ہیں۔

Scanned by CamScanner

ترپتی کافی لے کر آئی تو میں نے دیوار کی تصویر کی طرف اشارہ کیا______

'میرے بچے ہیں۔' ترپتی نے سر جھکا لیا۔

تمہارے یا مینن کے؟' میری آنکھیں اس کی آنکھوں میں سما گئی تھیں۔

مینن کے۔ میں ان کی دوسری بیوی ہوں۔ پہلی بیوی اتفاقیہ طور پر......

اس کا گلا بھر آیا تھا......

'تم نے کہا تھا، مینن سے تمہاری لو میرج ہوئی تھی۔'

وہ سامنے بیٹھ گئی۔ کافی آہستہ آہستہ سڑکتی رہی...... ہاں لو میرج کی تھی۔ کسی کسی لمحے کا بوجھ ساری زندگی ڈھونا پڑتا ہے۔ انہی دنوں مینن کی پتنی کا دیہانت ہوا تھا۔ وہ گھر آئے تھے۔ بابو جی سے ملنے۔ اُن دنوں...... بزنس میں مسلسل گھاٹے کی وجہ سے سارا گھر پریشان چل رہا تھا۔ بابو جی نے مینن کے بارے میں بتایا۔ یہ بھی، کہ وہ آثار قدیمہ میں ہیں۔ سامنے بیٹھا ہوا آدمی مجھے ایسا ہی کچھ لگ رہا تھا...... کسی کھنڈر یا قدیم تہذیب سے نکلا ہوا......بس میں آہستہ سے مسکرا دی۔'

'پھر سودا ہو گیا......؟'

'ہاں۔ تم اسے سودا بھی کہہ سکتے ہو......گھر والوں کو صرف میری فکر تھی۔ میرا کیا ہوگا۔ میں دودھ سے بالائی کی طرح ہٹا دی گئی تو سارا نقصان پورا ہو گیا۔ میں مینن کے ساتھ خوش تھی مگر......'

کافی کا پیالہ اس نے میز پر رکھ دیا۔ میں نے اسے بغور دیکھا۔ اس نے ہلکے نیلے رنگ کی نائیٹی پہن نہیں رکھی تھی...... نائیٹی کے 'وی' شیپ سے گولائیوں کی پہاڑی جیسی ڈھلانیں ایک بے حد خوبصورت منظر کی عکاسی کر رہی تھیں۔ نیلے پربتوں کے درمیان ایک ہلکی سی کھائی برانگیختہ کرنے والی تھی......اس نے نظر جھکا لیا تھا۔

'تحفہ میں دو بچے ملے تھے۔ ان بچوں کی اپنی زندگی تھی......اس زندگی میں، میں نہیں تھی۔ میں ایک نقلی عورت بن کر اس زندگی میں داخل ہونے کی کوشش تو کرتی رہی______

Scanned by CamScanner

شاید مینن کو خوش کرنے کے لئے۔ مگر...... بچوں نے صاف کہہ دیا۔

''ماں بننے کی جستجو میں دوسری عورت ایک فاحشہ بن جاتی ہے۔ فاحشہ......''

مجھے وہ لمحہ یاد ہے۔ دن تاریخ یاد ہے...... چودہ فروری ویلنٹائن ڈے ____ رات ساتھ بج کر بیس منٹ...... فاحشہ...... بچوں کے لفظ چہرے پر آکر جھریاں بن گئے ____ پل میں خوشیوں کے انگور سوکھ کر کشمش ہو گئے ____ مجھے لگا، بچوں نے ریوالور کی تمام گولیاں میرے بدن میں اتار دی ہیں۔ میں چیختی ہوئی غصے سے پلٹی تو وہیں کنارے میز پر ____ جلتے ہوئے لیمپ کی روشنی میں مینن بہت سے کوڑے کباڑ کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا......

'تم نے سنا' میں روتی چیختی ہوئی زور سے گرجی تھی۔

'ہاں سنا۔ مگر یہ دیکھو...... یہ......' اس کے چہرے پر ذرا بھی شکن نہیں تھی...... میں سانسوں کے رتھ پر سوار تھی...... جیسے لکڑی کے 'سانچے' سے ____ لحاف میں روئی بھرنے والے ____ روئی دھنکتے ہیں۔ میں سانسیں 'دھنک' رہی تھی...... مینن کہہ رہا تھا۔ یہ دیکھو......'

میں دیکھ رہی تھی۔ میز پر کباڑ پڑا تھا...... ہاں کباڑ۔ جیسے کیچڑ یا گندہ نالا صاف کرنے والے پرانی ٹوٹی پھوٹی اشیاء کو دھو پونچھ کر رکھ لیتے ہیں......

میں سانسیں 'دھن' رہی تھی...... ''ان بچوں نے مجھے......''

'رنڈی کہنے سے کوئی رنڈی نہیں ہو جاتا...... سنا ہے......' اس کا چہرہ تاثر سے عاری تھا۔ میں نے ایک تیز چیخ ماری...... غصے میں میز الٹ دی۔ دوسرے ہی لمحے مینن کے لات جوتوں کی زد میں تھی۔ وہ مجھے ویسے ہی دھن رہا تھا جیسے لحاف میں پرانی روئی بھرنے والے...... وہ مجھ پر سڑی گلی گالیوں کی بوچھار کر رہا تھا۔ بچے مشینی انداز میں، پڑھائی کرنے میں لگے تھے۔

مینن چیخ رہا تھا...... 'جاہل عورت۔ پتہ ہے تم نے کیا کر دیا ____ تہذیب۔ قدیم تہذیب...... ارے آرکیالوجیکل سروے سے ملی تھی یہ نادر چیزیں ____ بدقسمت عورت۔

Scanned by CamScanner

برسوں کی کھوج کے بعد تو یہ خزانہ ملا تھا۔ ہم جس کے لئے مدتوں بھٹکتے رہے ہیں۔ تال سے پاتال تک......اسٹوپڈ......ڈاٹر آف سوائن۔ بچ......اس نے مجھے دیوار کی طرف ڈھکیلا...... شکل دیکھی ہے...... بچے ٹھیک کہتے ہیں۔ بچے کوئی غلط نہیں کہتے......''

'میں فاحشہ ہوں'......ترپتی، اچانک میرے سامنے آ کر تن گئی تھی____ اتنے قریب کہ میں سانسوں کی سرگم سننے لگا تھا...... میں فاحشہ ہوں...... میرے بدن کے 'تاروں' سے روئی کے گولے بکھرتے چلے گئے۔ اس نے نائیٹی ہوا میں اڑا دی...... میں نے اسے مضبوط بانہوں کے شکنجے میں لے لیا۔

'روئی دھننے والے' کی آواز آہستہ آہستہ مدھم مدھم ہوتی ہوئی ایک دم سے کھوگئی____ وہ اٹھی۔ نائیٹی پہنی۔ دل کھول کر مسکرائی۔ میرے گالوں کو پکڑ کر زور سے بوسہ لیا۔ آہستہ سے بولی____ تھینک یو۔ واش بیسن پر پانی کے دو چار چھینٹے چہرے پر مارے۔ پھر مسکراتی ہوئی سامنے آ کر بیٹھ گئی......

میں نے آہستہ سے پوچھا۔

'وہ بچوں کو بھی لے گیا......'؟

'ہاں۔ میرے پاس اکیلے رہنے سے وہ اور بچے دونوں ہی خود کو ان سیکور فیل کرتے ہیں۔'

'شاید اسی لئے تمہاری آتما بھٹکتی رہتی ہے۔ کبھی میگزین کا دفتر۔ کبھی آرٹ گیلری، کبھی میوزک ورکشاپ____'

میں ایک آترپت آتما ہوں۔ وہ ہنس رہی تھی......شاید اسی لئے ماں باپ نے مذاق کے طور پر میرا نام ترپتی رکھ دیا۔

میں نے کپڑے پہن نہیں لئے تھے____ وہ اچانک اٹھی۔ بے اختیار ہو کر ایک بار پھر میرے جسم سے لگ گئی۔ وہ رو رہی تھی۔

'ترپتی......ترپتی'...... میرے ہاتھ بارش بن گئے تھے......اُس کے جسم کے لئے......

Scanned by CamScanner

اس کے تھرتھراتے مچلتے جسم کے ۔ لئے۔ وہ ہر جگہ برس رہے تھے۔ بوسوں کی بارش کر رہے تھے...... پھر جیسے بجلی تیزی سے کر جی۔ اسے جیسے غلطی کا احساس ہوا ہو۔ وہ تیزی سے پیچھے ہٹی۔ میری طرف دیکھ کر ہنسی...... پھر بولی......

''آخر اسے ایک تہذیب مل گئی۔ جس کی کھوج میں وہ برسوں سے لگا تھا۔ ایک قدیم تہذیب...... یہ اس ڈراونے ویلنٹائن ڈے کے چوتھے دن بعد کا قصہ ہے۔ مسوری، ہماچل وغیرہ میں برف گری تھی شاید۔ سردی اچانک تیز ہوگئی تھی...... وہ رات کے 3 بجے آیا۔ میں سو گئی تھی۔ عام طور پر جب میں اکیلے ہوتی ہوں۔ بیڈروم میں ____ تو برائے نام لباس پہنتی ہوں...... وہ مجھے اٹھا رہا تھا۔ جانوروں کی طرح......

''ہوہو..اٹھو..اٹھو۔''

میں نے سمجھا، ایک جانور پیاسا ہے۔ عام طور پر وہ اسی طرح، ایک بے حس جانور کی طرح اپنی بھوک مٹاتا تھا۔ رات کے تین بجے اُٹھا کر اس نے مجھے صوفہ پر بیٹھا دیا۔ وہ خوشی سے جھوم رہا تھا۔ 'جھومر' کی طرح مسکراہٹ اس کے پور پور سے روشنی دے رہی تھی۔

'بولو۔ اُٹھایا کیوں۔ میں گہری نیند میں تھی۔''

'مل گیا۔ یوریکا۔'' اسے میرے لفظوں کی، نیند کی فکر نہیں تھی...... ''تمہیں یاد ہے...... وہ کمرے میں ٹہل رہا تھا ____ میں نے بتایا تھا نا، 1991ء کے آس پاس جرمن سیاحوں کو آلپس کی پہاڑیوں پر ٹہلتے ہوئے انسانی اعضاء ملے تھے۔ یاد ہے؟ وہ بیسویں صدی کی سب سے عظیم دریافت تھی ____ سب سے عظیم دریافت۔ گیارہ برس بعد ____ اس کے ٹھیک گیارہ برس بعد۔ آؤ تم یقین نہیں کرو گی۔ مگر ہم دنیا بدل دیں گے۔ تاریخ نئے سرے سے لکھی جائے گی۔ میں ان کچھ لوگوں میں سے ایک تھا ____ گجرات کے ساحل سے 30 کلومیٹر دور کھمبات کی کھاڑی میں ایک عظیم خزانہ ہاتھ آ گیا ہے۔ سونوفونو گرافی۔ تمہیں یاد ہے نا، چار دن پہلے......

'جلتے ہوئے گجرات میں، عظیم خزانہ......'

Scanned by CamScanner

'ہاں' مجھے یاد ہے'......میرے لہجہ میں ناگواری تھی...... چار دن پہلے، ویلنٹائن ڈے کے دن جو کچھ ہوا میں اسے کبھی بھول نہیں سکتی۔'

'بھولنا بھی نہیں چاہیے......'مینن کے لہجہ میں کہیں بھی دکھ یا اداسی کی جھلک نہیں تھی۔

'جھومر' جیسے اندھیرے میں سوئچ کی حرکت سے روشنی کی طرح بکھر گیا تھا......'سونو فوٹو گرافی سے نکلی تصویریں جب لیب سے باہر آئیں تو ہمیں اچانک احساس ہوا____ سمندر میں 40 میٹر نیچے دفن قدیم ترین تہذیب اچانک رنگین ستاروں کی طرح ہماری قسمت سے جوڑ دی گئی ہو......ایک قدیم شہر، موہن جداڑو کی طرح رہائشی مکانات____ سیڑھیوں کی طرح نیچے اترتے پوکھر____ تالاب۔

''اور سب کچھ اُسی گجرات کے ساحلی علاقے میں......''

میری آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ میں دیواروں کا خیال رکھتے ہوئے چیخی۔

''میں بھی ایک عظیم پوکھر ہوں۔ ایک عظیم تالاب ہوں اور انتہائی قدیم۔ تمہیں اس عظیم پوکھر میں بہتے پانیوں کے اشارے کیوں نہیں ملتے۔'؟

اس نے میری آواز کو نظر انداز کیا......وہ بتا رہا تھا۔ تہذیبیں کہیں جاتی نہیں ہیں۔ وقت کے ڈائنا سور انتہائی خاموشی سے انہیں نگل جاتے ہیں____ تہذیبیں 'ممی' سے باہر نکلنے کا انتظار کرتی رہتی ہیں۔ آہ، تم نہیں جانتی...... میں کس قدر خوش ہوں۔ سمندر کے گہرے پانی میں 90 کلومیٹر کے دائرے تک، اس قدیم تہذیب کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں____ قدیم شہر____ ایک پورا شہر ندی میں سما گیا____ سندھو گھاٹی کی تہذیب کی طرح۔ یہ شہر اسی طرح کا ہے۔ جیسے ہڑپا کے برامدات میں پایا گیا تھا____ مٹی کی بنی ہوئی نالیاں۔ کچی سڑکیں۔ چھوٹے چھوٹے مٹی کے گھر۔ پتھر کے تراشے اوزار۔ گہنے____ مٹی کے ٹوٹے پھوٹے برتن____ جواہرات____ ہاتھی کے دانت اور......وہ مسکرا رہا تھا۔ سب کچھ یعنی 7500 ق۔م۔ یعنی قبل مسیح کا۔

'یہ سب مجھے کیوں سنا رہے ہو'؟

وہ آگے بڑھا۔ میرے جسم پر یوں بھی کپڑے اس وقت برائے نام تھے.....' اس نے باقی بچے کپڑے بھی جسم سے الگ کر دیئے..... اس لئے کہ.....''میری آثار قدیمہ..... تمہیں اب انہیں کھنڈروں میں بیٹھانا چاہتا ہوں..... لیکن اس سے پہلے تمہارے ان کھنڈروں پر ریسرچ کرنا چاہتا ہوں..... اس نے ایک بھدّی گالی دی۔ مجھے بستر تک کھینچنا چاہا اور شاید.....''

وہ ہانپ رہی تھی..... یہ اس کے ساتھ مسلسل، گزر رہے لمحوں کا جبر تھا کہ میں نے الٹا ہاتھ اس کے گال پر جڑ دیا۔

'کتیا.....' وہ ہانپ رہا تھا.....''ایک بہت قدیم تہذیب برآمد کرنے کے بعد مجھے تمہارے ٹوٹے پھوٹے کھنڈر کی ضرورت نہیں ہے۔''

اس نے مجھے دھکا دیا اور خود کو بستر پر سونے کے لئے ڈال دیا ـــــ میں زمین کے تنہا گوشہ میں دیر تک اپنے آنسوؤں کا شکار ہوتی رہی.....

OO

''پھر کیا ہوا، اس نے تمہیں ڈیورس دے دیا؟''

'نہیں' وہ مسکرانے کی کوشش کر رہی تھی..... ایسے لوگوں کو جانتی ہوں۔ جان گئی ہوں۔ ایسے لوگ، ڈرپوک ہوتے ہیں۔ زندگی کے بارے میں بہت دور تک دھوپ اور سایہ دیکھنے والے..... ایسے لوگ قدم قدم پر ان سیکوریٹی کے مارے ہوتے ہیں ـــــ مینن بھی ایسے ہی جذبہ سے دوچار تھا ـــــ میرے بعد.....؟ اپنی، جسمانی اور بچوں کی..... تر پتی مینن میری طرف مڑ گئی تھی۔ تمہیں کیا لگتا ہے ایسے لوگ جیت سکتے ہیں؟ نہیں..... کسی ایک لمحے کا ـــــ بولا گیا سچ ان کی اپنی ذات پر بھاری پڑتا ہے۔ دوسرے دن وہ ایک سدھا، ہوا بلڈاگ بن گیا تھا ـــــ میرے قدموں پر لوٹتا ہوا۔ بچے اسکول جا چکے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

تر پتی آگے بڑھ کر کھڑکی کے پٹ کھول رہی تھی۔ باہر رات کی سیاہی مکمل طور پر چھا چکی

تھی۔ ٹھنڈ بڑھ گئی تھی۔ تیز ہوا کے جھونکے کھڑکی کھولتے ہی اندر ہمارے جسموں میں داخل ہو گئے۔

''ہوا تیز چل رہی ہے، نہیں؟''

'ہاں۔'

باہر کہرے کے' آبشار' گر رہے تھے۔ وہ کھڑکی کے پاس اپنے منہ کو لے گئی۔ پھر میری طرف پلٹی۔ ہلکی سانس چھوڑی۔ چہرے کو اپنی ہتھیلیوں سے خشک کیا۔

''کہرے کا احساس چہرے پر کیسا لگتا ہے۔ آں؟ جیسے ایک نم سی ٹھنڈی، روئی آپ کے چہرے پر رکھ دی گئی ہے...... ہے نا؟''

وہ پھر مسکرائی ـــــــ میں کہاں تھی۔ ہاں، یاد آیا۔ وہ ایک سدھے ہوئے بلڈاگ کی طرح اپنے نتھنے، میرے جسم پر رگڑ رہا تھا۔ کتا ـــــــ مجھے ابکائی آ رہی تھی۔ تیز نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سیکس کے بخار میں جل رہا تھا۔

''پتہ نہیں کیا ہو جاتا ہے مجھے۔ کل رات...... معاف کر دو ترپتی'...... اس کے رکھڑے، بن ماس جیسے ہاتھ میرے جسم پر مچل رہے تھے۔ وہ میرے کپڑے کھول رہا تھا۔ میں نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔ میمنے، کی طرح معصومیت سے، اپنے غصّے کو دبائے اس کے جانور نما، بچوں کا کھیل دیکھتی رہی...... جب وہ میرے کپڑے اتار چکا اور کسی جنگلی بھیڑیے کی طرح اپنی ہوس پوری کرنے کے لئے تیار تھا ـــــــ ایک دم اسی وقت، میں کسی جنگلی بلی کی طرح غرائی ـــــــ دھب سے زمین پر کودی ـــــــ غصّے میں اسے پرے ڈھکیلا ـــــــ کپڑے پہنے اور چلائی۔

یو، سن آف بلڈی سوائن۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی......؟

وہ جل رہا تھا۔ وہ اپنے بدن کی آگ میں جل رہا تھا۔ وہ گڑگڑا رہا تھا۔ وہ اپنے بھوکے بدن کی دہائیاں دے رہا تھا۔ میں کسی فاتح کی طرح مسکرائی۔ اس بار اسے سیراب کرنے کے لئے، میں نے سکندر بادشاہ کی طرح فتح کا سہرا اپنے سر لکھ لیا تھا......

Scanned by CamScanner

تریتی نے کھڑکی بند کردی......'چلو، اس حادثے کو بھی بھول گئی میں...... بھولنا پڑتا ہے۔وہ چلتی ہوئی میرے قریب آئی۔میری جانگھوں پر بیٹھ گئی۔

'سنو۔تمہارے یہاں کون کون ہیں؟''

'ملوگی؟'

'ہاں۔ملنا چاہوں گی۔'

'میٹن آگئے تو؟'

'اب میں اسے ڈرانا چاہتی ہوں______وہ میرے شرٹ کے بٹن سے کھیل رہی تھی۔ کھیلتے کھیلتے خود بولی......

'ایک بیوی ہوگی!؟'

'ہاں'

'اسے بتاؤ گے کہ تم سے ایک ندی کی لہر ٹکرائی تھی______'

'نہیں'

'ڈرتے ہو۔'

'ڈرنا پڑتا ہے۔بیویاں صرف ایک سمندر......سمندر کی صرف ایک لہر سے واقف ہوتی ہیں______دوسرے لفظوں میں کہوں تو وہ ساری لہروں پر خود ہی حکومت کرنا چاہتی ہیں۔'

وہ ہنس رہی تھی......اور کون ہے۔

'ایک بیٹا'

'کتنے برس کا؟'

'آٹھ برس کا'

اور......'

میں نے اسے جانگھوں سے پرے کیا۔شریانوں میں گرم گرم طوفان کی آمد سے خود کو بچانا چاہتا تھا۔

'تم نے بتایا نہیں۔اور کون ہے......'

Scanned by CamScanner

'ایک بیٹی ہے۔ مگر......'

'مگر......؟'

'نہیں۔ وہ ہے نہیں۔ میرا مطلب ہے، وہ بن رہی ہے......بس وہ بن رہی ہے اور ایک دن یقین جانو وہ پوری طرح بن جائے گی۔'

'اس نے چونک کر تعجب سے مجھے دیکھا'

'پہیلیاں مت بجھاؤ'

'دراصل......میں نے اپنا جملہ مکمل کیا......وہ انکیوبیٹر میں ہے اور مسلسل بننے کے عمل میں ہے......'

'کیا مجھے ملواؤ گے؟'

ترپتی نے اپنا بدن ایک بار پھر میرے بدن پر ڈال دیا تھا ______

OO

لفٹ پانچویں فلور پر رک گئی تھی۔ یہ اسپتال کا نرسری وارڈ تھا۔ فل ائیر کنڈیشنڈ ______ باہر ایک لمبی راہداری چلی گئی تھی۔ ترپتی نے آہستہ سے میرا ہاتھ تھام لیا ______ شیشے کے بنے دروازوں سے گزرتے ہوئے ہم 'ماترتو سدن' کے بورڈ کے آگے ٹھہر گئے ______

'یہاں جوتے اتارنے ہوں گے۔'

ترپتی کے پاؤں جاپانیوں اور چینی عورتوں کی طرح چھوٹے اور ملائم تھے۔ گیٹ کیپر نے دروازہ کھول دیا۔ دروازے کے اندر شیشے کی ایک عجیب سی دنیا تھی۔ ترپتی حیرت سے شیشے کے اس پار دیکھ رہی تھی۔ شیشے کے اس پار بھی، شیشے کے کتنے ہی چھوٹے چھوٹے گھروندے بنے ہوئے تھے ______ ایسے ہر گھروندے میں نیلے بلب جل رہے تھے۔

'نیل کہاں ہے؟ ترپتی کی آنکھوں میں تجسس تھا۔'

وہاں ان گنت انکیوبیٹرس تھے۔ ترپتی کی انگلیاں تیر رہی تھیں۔ وہاں......

'نہیں'، 'نہیں؟'

Scanned by CamScanner

'وہ......'

'وہ بھی نہیں......'

'اچھا وہ......دائیں طرف......'

'نہیں......'

'پھر نیل کہاں ہے؟'

'نیل وہ رہی'

'مگر۔ وہ انکیو بیٹر تو خالی ہے......ترپتی چونک گئی تھی۔

'خالی نہیں ہے۔ غور سے دیکھو۔'

'خالی ہے!، ترپتی کا لہجہ اُداسی سے پُر تھا۔

'ہے نا...... میں نے کہا تھا۔ وہ بن رہی ہے____' میں نے ترپتی کا ہاتھ زور سے تھام لیا تھا...... یاد ہے ترپتی۔ میں نے کہا تھا، عورت ہر بار بننے کے عمل میں ہوتی ہے۔ ایک بے چین آتما...... ایک یونانی دنت کتھا میں پڑھا تھا____عورت کی جون میں پرویش سے پہلے، آتما دھرتی کی سوپر یکر مائیں پوری کرتی ہے۔ تمہاری آتما بھی بے چین تھی۔ کبھی ساہتیہ۔ کبھی آرٹ اور کبھی......'

ترپتی میری طرف تیزی سے مڑی۔ ہنستے ہوئی بولی......

'سنو۔ اس انکیو بیٹر میں مینن کو ڈال دوں؟'

'نہیں۔'

میرا لہجہ نپا تُلا تھا...... 'سب سے پہلے ابھی تمہیں اس انکیو بیٹر سے باہر نکلنا ہے'

میں نے اس کی طرف نہیں دیکھا......اس کا ہاتھ تھام کر باہر آ گیا......لفٹ کے بٹن پر انگلیاں رکھتے ہوئے بھی میں نے اس کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھا____

ممکن ہے وہ انکیو بیٹر میں رہ گئی ہو......یا ممکن ہے، شوہر کے آثار قدیمہ میں بھٹک رہی ہو!

☆☆☆☆☆

Scanned by CamScanner